Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ
القران الحکیم ۲:۲۵۸

النور

Pictures from the Historic First Visit of
Hadrat Khalifatul-Masih III[rh] to the United States of America
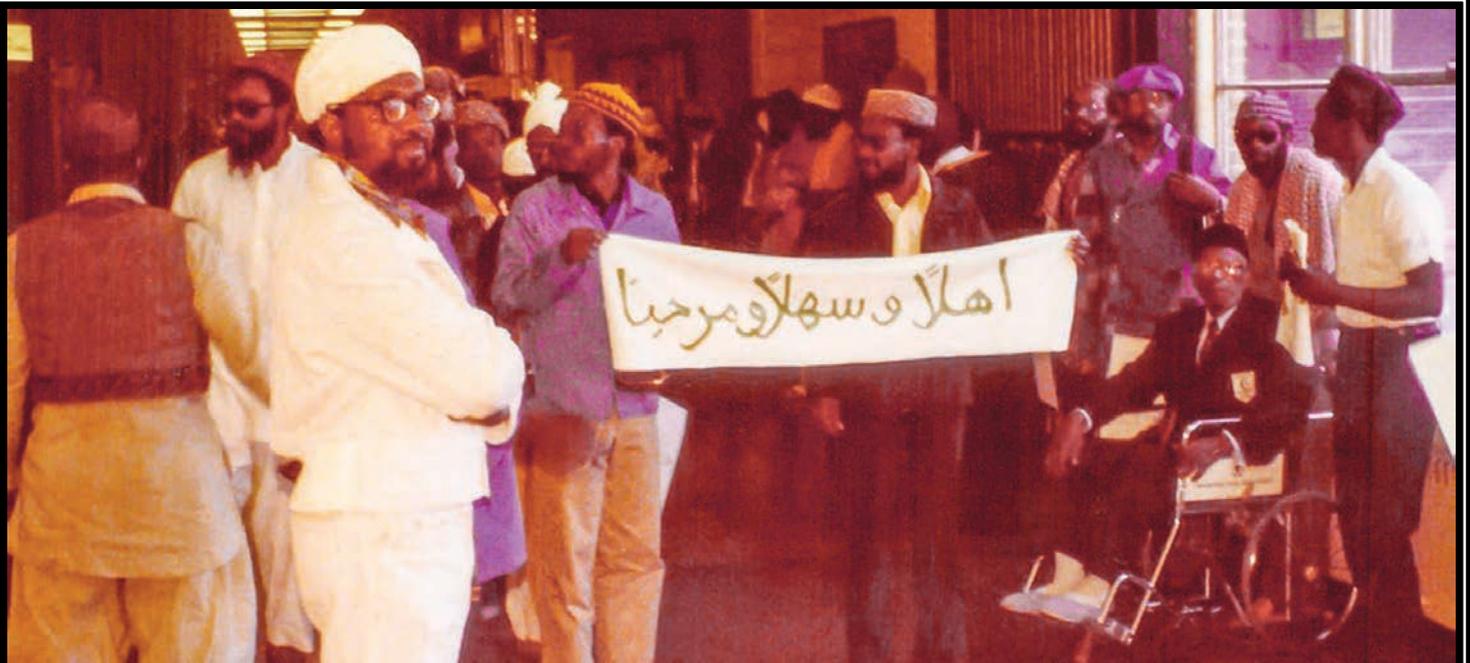
Members of the Ahmadiyya Muslims Community, USA, anxiously waiting for the arrival of Hadrat Khalifatul Masih III [rh] at the Dayton Airport

ڈیٹن میں استقبال

Members in audience

ارا کین محوِ سماعت

ڈیٹن میں نماز

Members in Prayer at the Fazl-e-'Umar Mosque in Dayton OH
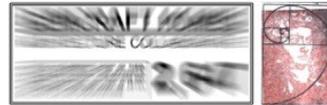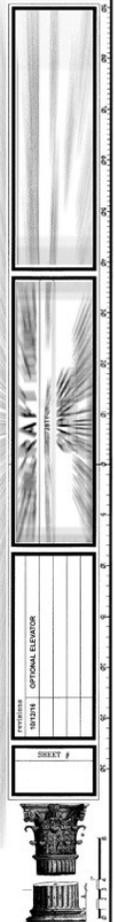
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْر

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

البقرہ ۲۵۸

النور

Al-Nur

دسمبر ۲۰۱۶

ریاستہائے متحدہ امریکہ

1

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝

(سورۃ ھود:۷۷)

اے ابراہیم! اس (بات) سے کنارہ کرلے۔ یقیناً تیرے ربّ کا فیصلہ صادر ہوچکا ہے اور یقیناً اُن پر ایک نہ ٹالا جانے والا عذاب آئے گا۔

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝

(سورۃ المؤمنون:۲۸)

مجھ سے ان لوگوں کے بارہ میں کوئی کلام نہ کر جنہوں نے ظلم کیا، یقیناً وہ غرق کئے جانے والے ہیں۔

(700حکمِ خداوندی صفحہ 90-91)

نگران: ڈاکٹر مرزا مغفور احمد امیر جماعت احمدیہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا، سید شمشاد احمد ناصر

مدیر: سید ساجد احمد

معاون مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: publications@ahmadiyya.us

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

نئی دُنیا کا اوّلین دورۂ خلافت

قرآن کریم

کسی نظام کی خوبی کا اس کے اچھے ثمرات سے اندازہ کیا جاتا ہے

وَاِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ؕ
قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ
وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۝
(البقرۃ: 31)

اور (اے انسان تو اس وقت کو یاد کر) جب تیرے ربّ نے ملائکہ سے کہا (کہ) مَیں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں (اس پر) انہوں نے کہا (کہ) کیا تو اس میں (ایک ایسا شخص) پیدا کرے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ اور ہم (تو وہ ہیں جو) تیری حمد کے ساتھ (ساتھ تیری) تسبیح بھی کرتے ہیں اور تجھ میں سب بڑائیوں کے پائے جانے کا اقرار کرتے ہیں (اس پر اللہ نے) فرمایا میں یقیناً وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ آدم کو خلیفہ بنانے کے موقعہ پر جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا وہ بھی درست تھا اور جو فرشتوں نے کہا وہ بھی درست تھا صرف نقطۂ نگہ کا فرق تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر ان صلحاء پر تھی جو آدم کی نسل میں ظاہر ہونے والے تھے اور اس نظام کی خوبیوں پر تھی جو آدم اور اس کے اظلال کے ذریعہ سے دُنیا میں قائم ہونے والا تھا لیکن فرشتوں کی نظر ان بدکاروں پر تھی جو انسانی دماغ کی تکمیل کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا مورد عتاب بننے والے تھے۔ خدا تعالیٰ آدم کی پیدائش میں محمدی جلوہ کو دیکھ رہا تھا اور فرشتے بوجہلی صفات کے ظہور کو دیکھ کر لرزاں و ترساں تھے اور گو یہ درست ہے کہ جو کچھ فرشتوں نے خلافت کے قیام سے سمجھا تھا درست تھا مگر ان کا یہ خوف کہ ایسا نظام دُنیا کے لئے لعنت کا موجب نہ ہو غلط تھا کیونکہ کسی نظام کی خوبی کا اس کے اچھے ثمرات سے اندازہ کیا جاتا ہے نہ کہ اس میں کمزوری دکھانے والوں کے ذریعہ سے اگر کسی اچھے کام کو اس کے درمیانی خطرات کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو کوئی ترقی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر بڑا کام اپنے ساتھ خطرات رکھتا ہے ملک کی حفاظت کی خاطر جو جنگ کی جاتی ہے اس میں ہزاروں لاکھوں آدمی مارے جاتے اور زخمی ہوتے ہیں۔ طالب علم، علم کے سیکھنے میں جانیں ضائع کر دیتے ہیں مگر ان نقصانوں کی وجہ سے نہ ملک کی حفاظت ترک کی جاتی ہے اور نہ علم کا سیکھنا پس گو خلافت کے قیام سے انسانوں کا ایک حصہ موردِ سزا بننے والا تھا اور مفسد اور قاتل قرار پانے والا تھا مگر ایک دوسرا حصہ خدا تعالیٰ کا محبوب بننے والا تھا اور فرشتوں سے بھی اوپر جانے والا تھا وہ کامیاب ہونے والا حصہ ہی انسانی نظام کا موجب تھا اور اس حصہ پر نظر کر کے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انسانی نظام ناکام رہا بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس اعلیٰ حصہ کا ایک ایک فرد اس قابل تھا کہ اسکی خاطر اس سارے نظام کو تیار کیا جاتا۔ اسی حکمت کو مدّنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بعض اپنے کامل بندوں سے فرمایا ہے کہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا (ابن عساکر) اگر تو نہ ہوتا تو ہم دُنیا جہان کے نظام کو ہی پیدا نہ کرتے۔ یہ حدیث قدسی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وارد ہوئی ہے بعض اور کامل وجودوں کو بھی اسی قسم کے الہام ہوئے ہیں پس یہ کامل لوگ اس بات کا ثبوت ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہی حکمت کے مطابق تھا اور فرشتوں کا خدشہ اس کے مقابل پر کوئی وزن نہ رکھتا تھا۔

وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ اس جملہ میں فرشتوں نے اس شبہ کا ازالہ کیا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے ارادہ پر کوئی اعتراض کرتے ہیں اور بتایا ہے کہ ہم تیری تسبیح اور حمد اور تقدیس کرنے والے ہیں ہم یہ سوال صرف حقیقت حال کو سمجھنے کے لئے کرتے ہیں اعتراض کے طور پر نہیں کرتے۔

اس جملہ کے ایک معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ چونکہ خلیفہ کا وجود خدا تعالیٰ کا ظلّ ہوتا ہے وہ اس فقرہ سے اس شبہ کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم تو اپنی طرف سے تیری تسبیح اور تحمید اور تقدیس کرتے ہیں کیا ہماری تسبیح اور تحمید اور تقدیس میں کوئی نقص ہے کہ ایک اور وجود کو پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے جو تیرا ظل ہو اگر یہ معنے لئے جائیں تب بھی فرشتوں کا قول اعتراض نہیں بنتا بلکہ خشیت اللہ کا ایک لطیف اظہار ہے جو مقرّبین الٰہی کی شان کے عین مطابق ہے۔

(تفسیرِ کبیر جلد اوّل صفحات 284-283)

لا الہ الا اللہ کے بارے میں چند احادیث مبارکہ

عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ قَالَ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَکَفَرَ بِمَا یُعْبَدُمِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَرُمَ مَالُہٗ وَحِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔

(مسلم کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس حتّٰی یقُوْلُوا لا اِلٰہ اِلّا اللہ)

حضرت ابی مالکؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور انکار کیا ان کا جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو اس کے جان ومال قابلِ احترام ہو جاتے ہیں (اور اس کو قانونی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے) باقی اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے (وہی اس کی نیت کے مطابق اس کو بدلہ دے گا۔ بہر حال کلمۂ توحید پڑھنے کے بعد بندوں کی گرفت سے وہ آزاد ہے)۔

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ بَعَثَنَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْحُرَقَۃِ مِنْ جُھَیْنَۃَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلٰی مِیَاھِھِمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِنْھُمْ فَلَمَّا غَشَّیْنَاہُ قَالَ: لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَکَفَّ عَنْہُ الْاَنْصَارِ یُّ وَطَعَنْتُہٗ بِرُمْحِیْ حَتّٰی قَتَلْتُہٗ فَلَمَّا قَدِمْنَ الْمَدِیْنَۃَ بَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ: یَا اُسَامَۃُ اَقَتَلْتَہٗ بَعْدَ مَاقَالَ لَااِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ ؟قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ اِنَّمَا کَانَ مُتَعَوِّذًافَقَالَ:اَقَتَلْتَہٗ بَعْدَ مَاقَالَ لَااِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ ؟فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا عَلَیَّ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ۔
وَفِیْ رِوَایَۃٍ :فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَالَ لَآاِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَقَتَلْتَہٗ؟ قُلْتُ: یَارَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّمَا قَالَھَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ قَالَ اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ حَتّٰی تَعْلَمَ اَقَالَھَا اَمْلَا ؟ فَمَازَالَ یُکَرِّرُھَاحَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ اَسْلَمْتُ یَوْمَئِذٍ۔

(بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ بن زید الی الحرقات من جھینۃ، مسلم باب تحریم قتل الکافر اذا قال لا الہ الّا اللہ)

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں جہینہ قبیلہ کے نخلستان کی طرف بھیجا جنہوں نے بعض مسلمانوں کو قتل کر کے جلا دیا تھا۔ ہم نے صبح صبح ان کے چشموں پر ہی ان کو جالیا۔ میں نے اور ایک انصاری نے ان کے ایک آدمی کا تعاقب کیا۔ جب ہم نے اس کو جالیا اور اسے مغلوب کر لیا تو وہ بول اٹھا خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یعنی اس نے اظہار کیا کہ وہ مسلمان ہے۔ اس بات پر میرا انصاری ساتھی تو رک گیا لیکن میں نے اسے قتل کر کے چھوڑا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: اے اسامہ! کلمہ توحید پڑھ لینے کے باوجود تم نے اسے قتل کر دیا؟ کیا تو نے اس کے لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کہنے کے باوجود اسے قتل کر دیا؟ آپؐ بار بار یہ دہراتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ "کاش میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوتا! (تاکہ یہ غلطی مجھ سے سرزد ہی نہ ہوتی۔)

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا جبکہ اس نے لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کا اقرار کر لیا تو پھر بھی تو نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ اس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تو کیوں نہ تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں۔ حضورؐ نے یہ بات اتنی بار دہرائی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا (تاکہ یہ غلطی میرے اعمال نامہ میں نہ لکھی جاتی)۔

****

کمالاتِ امامت کا راہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے

ارشاداتِ عالیہ امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اگر یہی سچ ہے کہ خدا تعالیٰ تمام برکتوں اور اماموں اور ولایتوں پر مہر لگا چکا ہے اور آیندہ بکلی وہ راہیں بند ہیں تو خدا تعالیٰ کے سچے طالبوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دل توڑنے والا واقعہ نہ ہو گا گویا وہ جیتے جی ہی مر گئے اور ان کے ہاتھ میں بجز چند خشک قصوں کے اور کوئی مغز اور بات نہیں اور اگر شیعہ لوگ اس عقیدہ کو سچ مانتے ہیں تو پھر کیوں پنجوقت نماز میں یہ دعا پڑھتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کیونکہ اس دعا کے تو یہی معنی ہیں کہ اے خدائے قادر ہم کو وہ راہ اپنے قرب کا عنایت کر جو تو نے نبیوں اور اماموں اور صدیقوں اور شہیدوں کو عنایت کیا تھا پس یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ کمالات امامت کا راہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا اس عاجز نے اسی راہ کے اظہار ثبوت کے لئے بیس ہزار اشتہارات مختلف دیار وامصار میں بھیجا ہے۔ اگر یہ برکت نہیں تو پھر اسلام میں فضیلت ہی کیا ہے۔

(الحکم 10 مارچ 1902 صفحہ 2)

یہ ضرور یاد رکھو کہ اس اُمت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ہیں پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کی رُو سے انبیا علیہم السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے ظاہر ہے پس مصفا غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفا غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفا غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے، اور وہ طریق براہِ راست بند ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 5 حاشیہ)

خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ در حقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دُنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دُنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے پس جو شخص خلافت کو صرف تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علّت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہیں تھا کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے۔ پھر بعد اس کے دُنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پروا نہیں۔

(روحانی خزائن جلد نمبر 6۔ شہادت القرآن صفحات 354-353)

☪

از النور، یکم ستمبر ۱۹۸۰
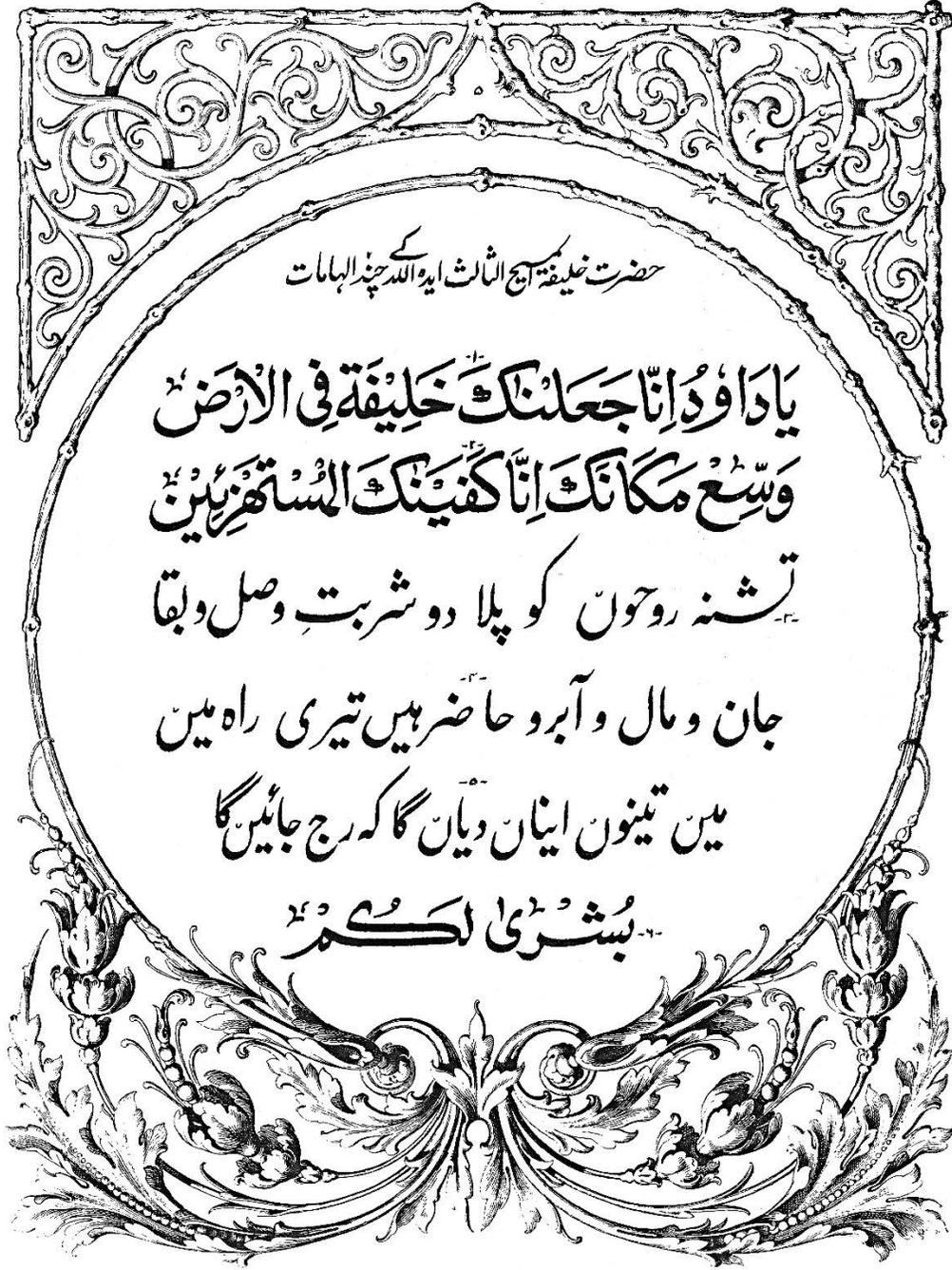
ترجمہ

۱۔ اے داؤد، ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔

۲۔ اپنے گھر کو وسعت دے۔ ہم یقیناً تجھے تمسخر کرنے والوں (کے شر) سے محفوظ رکھیں گے۔

۵۔ میں تجھے اتنا دوں گا کہ سیر ہو جائے گا۔ ۶۔ تجھے خوشخبری ہو۔

اُلفت کا پیغام بر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی یاد میں

امۃ الباری ناصر

مسکراتا حوصلہ دیتا وجود
پیار کرنے والا وہ پیارا وجود

وہ تو اک پیغامبر اُلفت کا تھا
آفتابِ تازہ سے اُجلا وجود

بن گئی سپین کی مسجد گواہ
ہر جہت سے وہ بہت بالا وجود

طالبانِ علم کا وہ رہنما
مہربان و مشفق و اعلیٰ وجود

ارضِ ربوہ میں وہ اب مدفون ہے
دل سے تھا وہ عاشقِ مولا وجود

دے گیا سب کو محبت کا پیام
نفرتوں سے دُور لے جاتا وجود

احمدیت کا ستارا دے گا
مصلح موعودؓ کو پیارا وجود

****

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ انصار اللہ کے اجتماع کے موقع پر .At Ansar Ijtima in Pakistan

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی احبابِ جماعت کے لئے دعائیں

میری آپ کے لیے یہ دعا ہے آج بھی اور ہمیشہ ہی دعا ہے کہ جہاں بھی ہوں جس حالت میں بھی ہوں سفر میں یا حضر میں۔ خدا کی اجازت کے ماتحت دنیوی کاموں میں تا کہ اس کے نتیجہ میں آپ خدا کی راہوں کی تلاش میں لگیں یا خدا کے حکم کے مطابق اس کی عبادت اور اس کی تلاش میں لگیں یا خدا کے حکم کے مطابق اس کی عبادت اور اس کی حمد کے بیان میں ہوں جہاں بھی ہوں جس حالت میں بھی ہوں جس کام میں بھی ہوں جس رنگ میں بھی آپ کی زندگی کے لمحات گزر رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اپنی رضا کے سامان پیدا کر رہا ہے اور اگر ہم میں سے کسی سے کوئی غفلت یا کوتاہی سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت جوش میں آئے اور وہ کچھ اس رنگ میں اس کو چھپالے کہ خود ہمارے ذہن سے بھی وہ نکل جائے اور ہمیں بھی وہ یاد نہ رہے تا کہ ہم عاجز بندے اپنے دل کے سامنے شرمندگی کا احساس نہ پائیں۔ (خطابات جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء تا ۱۹۷۳ء صفحہ نمبر ۳۴۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی قلبی کیفیات اور دعاؤں کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی محبت بھرے انداز میں فرماتے ہیں:

"بعض دفعہ سجدہ میں میں جماعت کے لیے اور جماعت کے افراد کے لیے یوں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن کسی سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے ان کی مرادیں پوری کر دے اور اے خدا! جنہوں نے مجھے خط نہیں لکھا اور نہ انہیں خیال آیا ہے کہ دعا کے لیے لکھیں اگر انہیں کوئی تکلیف ہے یا ان کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے تو ان کی تکلیف کو بھی دُور کر دے اور حاجتیں بھی پوری کر دے۔" (روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۶ء)

کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں ایک نظم لکھی جو آپ کی ڈائری میں ۱۴؍مارچ ۱۹۲۸ء کی تاریخ میں درج ہے۔(حیات ناصر جلد اوّل، صفحہ 58-59)

دنیا کے کام بے شک کرتا رہوں گا میں بھی
لیکن میں جان و دل سے اس یار کا رہوں گا
برقی خیال دل میں، سر میں رہے گا سودا
اس یار کو میں بھولوں اتنا نہ محو ہوں گا
چمکوں گا میں فلک پر جیسے ہو کوئی تارا
بھولوں کو راہ پہ لاوے ایسی میں شمع ہوں گا
سورج کی روشنی بھی مدھم ہو جس کے آگے
ایسا ہی نور حاصل اس نور سے کروں گا
عالم کو میں معطر کردوں گا اس مہک سے
خوشبو سے جس کی ہر دم مدہوش میں رہوں گا
اخلاق میں میں افضل، علم و ہنر میں اعلیٰ
احمدؐ کی رہ پہ چل کر بدر الدجیٰ بنوں گا
سارے علوم کا ہاں منبع ہے ذات جس کی
اس سے میں علم لے کر دنیا کو آگے دوں گا
مجھ میں تڑپ وہ ہوگی بجلی بھی جھینپ جائے
دل عشق سے بھروں گا اور بے قرار ہوں گا
پھر برق میں بنوں گا جل کر میں خاک ہوں گا
اکسیر جو بنا دے اکسیر میں وہ ہوں گا
جو کچھ کہوں زباں سے ناصر میں کر دکھاؤں
ہو رحم اے خدایا! تا تیرے فضل پاؤں

ڈیٹن میں آمد پر احباب سے مصافحہ Wecome in Dayton

مسجد فضل عمر ڈیٹن میں احباب کے ساتھ In Dayton

اسلام ہمیں ایک ہمہ گیر اور اعلیٰ ترین ضابطۂ ہدایت عطا کرتا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳/ اگست ۱۹۷۶ء بمقام مسجد فضل واشنگٹن

خلاصہ خطبہ (نقل مطابق اصل برائے النور)

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سیدہ بیگم صاحبہ مدظلہا اپنی قیام گاہ سے ڈیڑھ بجے کے بعد دوپہر احمدیہ مشن ہاؤس میں تشریف لائے۔ حضور کے تشریف لانے پر مکرم منور سعید صاحب امیر جماعتِ احمدیہ واشنگٹن نے اذان دی۔ بعدہٗ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضور نے علی الخصوص امریکہ کے احباب اور مستورات کو مخاطب فرما کر انہیں اپنے وجودوں میں اسلامی تعلیم کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرنے سے متعلق بہت قیمتی ہدایات اور نصائح سے نوازا۔ یہ واشنگٹن کی مسجد فضل میں حضور ایدہ اللہ کا دوسرا خطبہ جمعہ تھا جو انگریزی زبان میں ارشاد فرمایا۔ اُس کا خلاصہ ہدیۂ قارئین ہے۔

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا میرا اس ملک کا دَورہ اب اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے اور مَیں فی الوقت اپنے اس دورہ کا آخری خطبہ جمعہ پڑھتے ہوئے اپنے امریکی بھائیوں اور بہنوں سے مخاطب ہوں۔ سب سے پہلے تو مَیں جماعت ہائے احمدیہ امریکہ میں سے ہر جماعت اور اس کے افراد کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنہوں نے میرے یہاں آنے پر دلی محبت اور اخلاص کا اپنے اپنے رنگ میں بڑھ چڑھ کر اظہار کیا۔ میں یہ دیکھ کر خوش ہوا ہوں کہ یہاں کا ہر احمدی خواہ وہ مرد ہو یا عورت نظامِ خلافت کے ساتھ دلی طور پر وابستہ ہے اور اس کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و اخلاص میں برکت ڈالے اور انہیں اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔

پھر حضور انور نے فرمایا: میں اس وقت ایک خاص امر آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ ایک خدائی جماعت اور انسانوں کی بنائی ہوئی جماعت کے باہمی فرق کو کبھی فراموش نہ ہونے دیں اور اس ضمن میں ہمیشہ یاد رکھیں کہ اسلام محض ایک فلسفہ یا ایک نظریہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی حیثیت محض ایک اخلاقی ضابطہ کی سی ہے بلکہ اسلام ہمیں ایک ہمہ گیر اور اعلیٰ ترین ضابطۂ ہدایت عطا کرتا ہے اور ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اس ضابطۂ حیات پر کماحقہٗ عمل پیرا ہو کر اور صحیح معنوں میں عبادالرحمٰن بن کر اپنے آپ کو حقیقی مسلمان بنائیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں چھ سات سو کے قریب احکام دیئے ہیں جو ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں۔ ہمیں ان جملہ احکام پر پورا پورا عمل کرنا چاہیئے اور اپنی زندگیوں کو ان احکام کے سانچے میں ڈھالنا چاہیئے اور اپنے لئے از خود نئے احکام یا ضابطے وضع نہیں کرنے چاہئیں۔

بعدہٗ حضور نے امریکی بھائیوں اور بہنوں کے دینی جذبہ اور احکام اسلامی پر عمل سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: مَیں نے اپنے امریکی بھائیوں اور بہنوں میں قبول اسلام کے زیرِ اثر ایک تبدیلی دیکھی ہے اور میں اس پر خوش ہوں لیکن سمجھتا ہوں کہ جس حد تک بھی تبدیلی آئی ہے وہ ہر چند کہ خوش کن ہے تاہم ابھی کافی نہیں ہے۔ ابھی بعض خامیاں اور کمیاں ایسی ہیں جن کا دُور ہونا ضروری ہے تا کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو زیادہ سے زیادہ جذب کر کے بڑے بڑے انعاموں کے وارث بن سکیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس ملک میں زندگی کے خالص مادہ پرستانہ انداز رائج ہیں اور یہاں بالعموم روحانی اقدار کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس مادہ پرستانہ ماحول سے اپنے آپ کو پورے عزم و تعہّد کے ساتھ بچانا اور مسلسل بچاتے چلے جانا ضروری ہے۔ ہر چند کہ میں نے دیکھا ہے کہ ہماری امریکی بہنیں بالعموم پردہ کے اسلامی احکام پر عمل پیرا ہیں تاہم ان احکام کو ہمیشہ ذہن میں مستحضر رکھنا اور ان کی افادیت سے باخبر رہتے ہوئے ان پر پورے عزم کے ساتھ عمل پیرا رہنا چاہیئے اور ماحول کے مادی اثرات قبول نہیں کرنے چاہئیں۔

اس موقع پر حضور نے سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور میں سے وہ آیات پڑھیں جن میں مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور پھر ان کا ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا میں اپنی بہنوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرآن مجید کی ان آیات میں بیان کردہ احکام اور ان کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان پر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہیں۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو صحیح معنوں میں عبادالرحمٰن بنائیں اور اس کی راہ میں خدمات بجالانے والے بنیں۔ یہ جبھی

ممکن ہے کہ ہم قرآنی احکام پر کماحقہٗ عمل پیرا ہوں۔ اگر یہاں کے باشندوں نے یہ محسوس کیا کہ ان کی اپنی زندگیوں میں اور امریکی نو مسلموں یا باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کی زندگیوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ کہ ان کی زندگیاں بھی اسی طرح مادہ پرستی کی آئینہ دار ہیں جس طرح کہ ان کی اپنی زندگیاں ہیں تو پھر تم لوگ خود ان کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے انہیں اسلام کی طرف نہیں کھینچ سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ میں نے یہاں کے احمدیوں کی زندگیوں میں ایک خوش کن تبدیلی دیکھی ہے اور میں اس پر خوش بھی ہوں لیکن میں یہ کہنا اور آپ لوگوں کے یہ امر ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ یہ تبدیلی کافی نہیں ہے۔ آپ لوگوں پر نہ صرف اپنے نفوس کے بارہ میں ذمہ داریاں ہیں بلکہ آپ پر تو دوسروں کو بھی اسلام کی طرف مائل کرنے اور انہیں اسلام کا گرویدہ بنانے کی عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اسلام پر کماحقہٗ عمل پیرا ہونے اور اپنی زندگیوں میں اسلام کا صحیح نمونہ پیش کرنے کی ہمت، جرأت اور توفیق عطا فرمائے۔ مَیں نے اس ضمن میں فی الوقت جو کچھ کہا ہے اس پر غور کریں اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

اس کے بعد حضور نے ایک امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔ میرے اس ملک میں قیام کے دوران امریکہ کی جماعتہائے احمدیہ کے امراء کے متعدد اجلاس منعقد ہوئے ہیں جن میں ہم نے مل کر تعمیر و ترقی کا ایک پروگرام مرتب کیا ہے لیکن اگر مادی ذرائع میسر نہ ہوں تو اچھے سے اچھے پروگرام یا منصوبے پر بھی عمل نہیں ہو سکتا۔ مَیں نے یہاں آکر یہ محسوس کیا ہے کہ موصی صاحبان پر دیگر افراد جماعت کے سامنے ہر لحاظ سے جو اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کی عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسے وہ کما حقہٗ ادا نہیں کر رہے۔ مثال کے طور پر موصی صاحبان کے لیے حصہ آمد کے طور پر جو چندہ مقرر ہے اسے خلیفۂ وقت بھی معاف نہیں کر سکتا اور نہ اسے بدل سکتا ہے چندۂ عام کے بارہ میں اگر کوئی شخص اپنی مجبوریاں یا مخصوص حالات پیش کر کے معافی یا تخفیف کی درخواست کرے تو خلیفۂ وقت چندہ کا بقایا معاف کر سکتا ہے یا اس میں تخفیف کی اجازت دے سکتا ہے لیکن وصیت کے چندہ میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اس بارہ میں مبلغ انچارج سے بات کی ہے اور انہیں اس بارہ میں ہدایات دی ہیں کہ وہ چندوں کی باقاعدہ اور باشرح ادائیگی کی احباب جماعت سے پابندی کرائیں۔

احباب کو اس ضمن میں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک موصی اسی صورت میں موصی رہ سکتا ہے جب وہ اپنی آمد کا کم از کم ۱/۱۰ حصہ بطور چندہ ادا کرے اور جماعت کے تمام دوسرے افراد کے لیے ہر لحاظ سے نمونہ بنے۔ جو ایسا نہیں کرتا نہ اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو موصی سمجھے اور نہ جماعت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو موصیوں میں شمار کرے۔ اسے بہر حال موصیوں سے الگ سمجھنا اور الگ کرنا ضروری ہے۔

آخر میں حضور نے فرمایا مجموعی طور پر میں خوش ہوں کہ آپ لوگوں نے احمدیت قبول کر کے اپنی زندگیوں میں خوشگوار تبدیلی پیدا کی ہے۔ آپ نے گنوایا کچھ نہیں اور بہت کچھ حاصل کیا ہے لیکن جتنی تبدیلی بھی آپ کی زندگیوں میں آئی ہے اور جو کچھ آپ نے حاصل کیا ہے اس پر قانع نہ ہوں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو بڑے بڑے انعامات کا وارث بننے کا عظیم موقع عطا کیا ہے اس موقع کو ضائع نہ ہونے دیں بلکہ اس سے کما حقہٗ فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو انعاماتِ الٰہیہ کا وارث بنائیں۔ میں اس بارہ میں فکر مند ہوں کہ آپ کی ترقی کی رفتار تسلی بخش نہیں ہے آپ لوگ اپنی پوری ہمت اور طاقت کے ساتھ اسلام کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کی کوشش کریں اور اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ اسلام کو اس ملک میں پھیلانے اور غالب کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھیں تا خدا کا پیار آپ کو حاصل ہو اور آپ اس کے اور وہ آپ کا ہو جائے۔

اور پھر فرمایا: اب میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ اس کے بعد حضور نے جذب و اثر میں ڈوبی ہوئی وہ دعائیں انگریزی میں کیں جن سے حضور نے (ربوہ میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی) جلسہ سالانہ ۱۹۶۷ء منعقدہ جنوری ۱۹۶۸ء کا افتتاح فرمایا تھا۔ وہ دعائیں جن سے حضور نے احباب امریکہ کو اپنے دورۂ امریکہ کے اس آخری خطبہ میں نوازا خود حضور ہی کے بابرکت الفاظ میں یہ ہیں۔

"میری یہ دعا ہے کہ اللہ کرے کہ تم پاک دل اور مطہر نفس بن جاؤ اور نفس امارہ کے سب گند اور پلیدیاں تم سے دُور ہو جائیں تکبر اور خود بینی اور خود نمائی اور خود ستائی کا شیطان تمہارے دل اور تمہارے سینہ کو چھوڑ کر بھاگ جائے اور تذلّل اور فروتنی اور انکسار اور بے نفسی کے نقوش تمہارے اس سینہ کو اپنے ربّ کے استقبال کے لیے سجائیں اور پھر میرا اللہ اس میں نزول فرمائے اور اسے تمام برکتوں سے بھر دے اور تمہارے دل اور تمہاری روح کو ہر نور سے منور کر دے اور خدا کرے کہ بنی نوع کی ہمدردی اور غمخواری کا چشمہ تمہارے اس

سینہ صافی سے پھوٹے اور ایک دنیا تمہاری بے نفس خدمت سے فائدہ اٹھائے۔

خدا کرے کہ عاجزانہ دعاؤں کے تم عادی رہو اور تمہاری روح ہمیشہ اللہ ربّ العالمین کے آستانہ پر گری رہے اور اللہ، اس کی رضا اور اس کے احکام کی اتباع ہر ایک پہلو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائے۔

تم خدا کی وہ جماعت ہو جسے اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اس مہم کو کامیاب انجام تک پہنچانے کی راہ میں تمہیں ہزار دکھ اور اذیتیں سہنی ہوں گی اور ہر قسم کے ابتلاء اور آزمائشوں میں تم کو ڈالا جائے گا۔

دعا ہے کہ ہر امتحان میں تم کامیاب رہو اور ہر آزمائش کے وقت ربّ کریم سے ثبات قدم کی تم توفیق پاؤ۔ پس اسی کے ہو جاؤ وہ مہربان آقا تمہیں پاک اور صاف کر دے اور پیارے بچے کی طرح تمہیں اپنی گود میں لے لے اور ہر نعمت کے دروازے تم پر کھولے اور تمام حسنات کا تم کو وارث بنائے۔

خدا کرے کہ آسمان کے فرشتے تمہیں یہ مژدہ سنائیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری عاجزانہ دعاؤں کو سنا اور تمہاری حقیر کوششوں کو قبول کیا اور اپنے قرب اور اپنی رضا کی جنتوں کے دروازے تمہارے لیے کھول دیئے ہیں۔ پس آؤ اور اللہ تعالیٰ کی جنتوں میں داخل ہو جاؤ۔

ربّ العالمین نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم روحانی فرزند کو اس زمانہ کا حصن حصین بنایا ہے۔ چوروں قزاقوں اور درندوں سے آج اسی کی جان محفوظ ہے جو اس قلعہ میں پناہ لیتا ہے۔ اللہ کرے کہ تم بدی کو چھوڑ کر نیکی کی راہ اختیار کرکے اور کجی کو چھوڑ کے راستی پر قدم مار کر اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو کر اپنے ربِّ عظیم کے بندۂ مطیع بن کر اس حصن حصین اس مضبوط روحانی قلعہ کی چار دیواری میں پناہ اور امان پاؤ۔

خدا کرے کہ تمہارے نفس کی دوزخ کلی طور پر ٹھنڈی ہو جائے اور اس لعنتی زندگی سے تم بچائے جاؤ جس کا تمام ہمّ و غم محض دنیا کے لیے ہوتا ہے۔ تم اور تمہاری نسلیں شرک اور دہریت کے زہریلے اثر سے ہمیشہ محفوظ رہیں۔ خدائے واحد یگانہ کی روح تم میں سکونت کرے اور اس کی رضا کی خاص تجلی تم پر جلوہ گر ہو۔ پرانی انسانیت پر ایک موت وارد ہو کر ایک نئی اور پاک زیست تمہیں عطا ہو اور لیلۃ القدر کا حسین جلوہ اس عالم میں بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان تمہارے لیے پیدا کر دے۔

اے ہمارے ربّ! تو ہمیں مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کے انصار میں سے بنا اور اس قیامت خیز ہلاکت اور عذاب سے ہمیں محفوظ رکھ جس سے تو نے ان لوگوں کو ڈرایا ہے جو اپنا تعلق تجھ سے توڑ چکے ہیں جو تجھ سے دُور ہو چکے ہیں جو تجھے بھول چکے ہیں۔

اے ہمارے خدا! اپنی طرف تبتّل اور انقطاع اور رجوع کی توفیق ہمیں بخش اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔"

اس پُر اثر خطبہ کے دوران احباب پر محویت کا ایک خاص عالم طاری تھا انہیں معلوم تھا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے (یعنی موجودہ) دورۂ امریکہ کا یہ آخری خطبہ جمعہ ہے جس سے مستفیض ہونے کی انہیں سعادت میسر آ رہی ہے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ دن اور بہار کی یہ کیفیت اب پھر کب اُن کے دلوں کو مسرت و شادمانی کے گہوارہ میں تبدیل کرے گی۔ اپنے اس شدید احساس کے زیر اثر وہ ہمہ تن گوش اور ہمہ تن اشتیاق بنے ہوئے تھے۔ ان کی نظریں حضور کے رُخِ انور پر جمی ہوئی تھیں۔ کان حضور کی آوازِ گوش نواز کی سماعت سے بہرہ اندوز ہو رہے تھے اور وہ حضور کی بیش بہا نصائح سے اپنے ہر گوشۂ دل کو سجا کر انہیں حقائق و معارف اور علوم و عرفان کے خزینوں میں تبدیل کر رہے تھے۔ جب حضور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آخر میں انہیں انمول دعاؤں سے (جو ایک رنگ میں الوداعی دعائیں ہونے کے باعث خاص طور پر اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی تھیں) نوازا تو اُن پر رقت کا عالم طاری ہوئے بغیر نہ رہا اور وہ ہر ہر دعا پر "اٰمین! اللّٰھم اٰمین" کہتے رہے اور اس یقین سے لبریز ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندہ کی یہ دعائیں جنابِ الٰہی میں مقبول ہو کر اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیضانِ خاص کا دروازہ کھولنے پر منتج ہوں گی۔

اثر و جذب میں ڈوبے ہوئے اس بصیرت افروز خطبہ کے بعد جو پچیس منٹ تک جاری رہا۔ حضور نے دو بجے دوپہر جمعہ اور عصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد حضور نے احباب جماعت کے درمیان رونق افروز ہو کر اُن سے بہت محبت بھرے انداز میں باتیں کیں اور انہیں اہم تربیتی ارشادات سے نوازا۔

(خطباتِ ناصر جلد ششم، روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰/ اکتوبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۲، ۵، ۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث امریکن فضل مسجد واشنگٹن میں نمازِ جمعہ کے بعد احباب کے ساتھ In Washington Fazl Mosque

خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے اعمال پر صفاتِ الٰہیہ کا رنگ چڑھائیں

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰؍ جولائی ۱۹۷۶ء بمقام مسجد فضل واشنگٹن

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسجد میں تشریف لانے پر امریکہ کے برادر عبد الرحیم کولاڈے (Br. Abdul Rahim Kolade) نے اذان دی۔
اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے انگریزی میں بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کا خلاصہ ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے:
تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

(نقل مطابق اصل برائے النور)

احمدی مسلمان ہونے کی حیثیت میں ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو قادرِ مطلق ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ احد یعنی اکیلا ہے اور یہ کہ بجز اللہ کے کوئی پرستش کے لائق نہیں۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ الصمد ہے یعنی وہ سب سے بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں جبکہ سب اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے اُس کے محتاج ہیں۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ الحی ہے یعنی ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا کسی مفہوم اور کسی اعتبار سے بھی اس پر موت وارد نہیں ہو سکتی وہ خود ہی زندہ نہیں بلکہ حیات کا سرچشمہ اُسی کی ذات ہے۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ القیوم ہے یعنی وہ ہر قسم کی جسمانی کمزوریوں سے ماوراء ہے اور خود قائم بالذات ہے اور دوسروں کے قیام کا بھی وہی موجب ہے نہ اُسے اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند اُس پر غلبہ پاتی ہے۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور اس نے ہر چیز کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے اُس نے انسان پر اپنے فضلوں کو خواہ وہ مرئی ہوں یا غیر مرئی کمال تک پہنچایا ہے۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ربّ العالمین ہے یعنی وہی ہے جو ہر شے کو قیام بخشتا ہے اور نہ صرف قیام بخشتا ہے بلکہ اسے درجہ بدرجہ ترقی دیتا اور اسے اس کے کمال تک پہنچاتا ہے۔

ایسے ہمہ قدرت اور ہمہ طاقت خدا نے جس پر ہم ایمان لائے ہیں ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے اعمال پر صفاتِ الٰہیہ کا رنگ چڑھائیں اور اس طرح اُس کی صفات کے مظہر بنیں اُس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کی صفات کا مقدس رنگ اپنے پر چڑھا کر اُس کی مخلوق کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آئیں اور اس امر کا اہتمام کریں کہ ان کی صلاحیتیں نشوونما پا کر اپنے کمال کو پہنچیں۔

چونکہ ہم ربّ العٰلمین کے بندے ہیں اس لئے ہمیں کسی سے دشمنی نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے ہم سب کے دل سے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں اور ان کی بھلائی کے لئے کوشاں رہنا اور امن و سلامتی کے سامان کرنا ہمارا مقصد ہے لیکن ہم کمزور ہیں اور ربّ العٰلمین کے عاجز بندے ہیں اس لئے ہم اُسی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہمت اور توفیق عطا کرے تاکہ ہم اُس کی صفات کے رنگ میں رنگین ہو کر اُس عظیم مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ میں اس خطبہ کو اللہ تعالیٰ کے حضور دعا پر ختم کرتا ہوں۔ یہ دعا اُن دعاؤں سے ماخوذ ہے جو مَیں نے اپنے ربّ کے حضور مانگیں اور جو حال ہی میں کتابی شکل میں شائع ہوئی ہیں۔

دعا یہ ہے کہ:

اے ہمارے ربّ! تو ہر نقص سے پاک ہے۔ پیدائش عالم بے فائدہ اور بے مقصد نہیں۔ اے ہمارے ربّ! ہماری زندگی کو بے مقصد ہونے سے بچا لے اور اپنے غضب کی آگ سے تو اپنی پناہ میں لے لے۔

اے ہمارے ربّ! تیرے نام پر ایک پکارنے والے نے ہمیں پکارا اور تیری رضا کے حصول کے لئے ہم نے اُس کو قبول کیا، اُس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر تیرے نام کی عظمت اور کبریائی کے لئے ہم نے اُس کی آواز پر لبیک کہی۔ کسی حد تک ہم نے اس عہدِ بیعت کو نبھایا۔ تو ہی بہتر جانتا ہے ہم کمزوریوں کے پتلے ہیں ہماری عاجزانہ پکار کو سُن اور ہمارے قصور معاف کر اور ہماری بدیاں ہم سے مٹا دے اور ہمیں اس گروہ میں شامل کر جو تیری نگاہ میں نیک اور پاک ہے۔

اور اے ہمارے ربّ! اے سر چشمۂ عنایاتِ بے پایاں! تیری طرف سے آنے والی ہر خیر کے ہم بھوکے اور فقیر ہیں۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں وہ سب کچھ دے جس کا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبان پر وعدہ کیا ہے اور جب جزا کا دن آئے تو ہم تیری نظروں میں ذلیل نہ ٹھہریں۔ دیکھنے والے دیکھیں اور سمجھنے والے سمجھیں کہ جو تیری راہ میں دُکھ اُٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور جن کو ذلیل کرنے اور ہلاک کرنے میں دُنیا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتی وہی تیرے پیار کو پاتے ہیں اور عِبَادُ اللّٰہِ الْمُکْرَمُوْنَ میں شامل کئے جاتے ہیں۔

اے ہمارے ربّ! ہم نے کوشش کی کہ ہم تیرے لئے اپنے نفسوں کی خواہشات اور ماحول کی کشش اور دُنیا کی زینت سے کنارہ کش ہو جائیں اور ہم تیری راہ میں ستائے گئے اور ذلیل کئے گئے اور ہم نے تیری راہ میں رُسوائیاں اُٹھائیں اور ماریں کھائیں اور جائیدادیں لُٹوائیں لیکن ہلاکت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہم نے محبت کے اُس شعلہ کو اور بھی روشن کیا جو تیرے لئے ہمارے دلوں میں موجزن ہے لیکن یہ تو ہماری سمجھ ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہماری سمجھ کا قصور ہو ہم تیرے خوف سے لرزاں ہیں۔ ہماری روح تیرے جلال سے کانپ رہی ہے۔ تیری عظمت اور کبریائی نے ہمارے درختِ وجود کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔

اے ہمارے ربّ! ہماری کمزوریوں، سستیوں، غفلتوں، کوتاہیوں، خطاؤں اور گناہوں نے ہماری نیکیوں کو دبا دیا ہے۔ مغفرت! مغفرت!! اے ربِّ غفور! مغفرت کی چادر تلے ہمیں چھپالے۔ ہمارے ہاتھ نیکیوں کے پھول اور اعمالِ صالحہ کے ہار تیرے قدموں پر نچھاور کرنے کے لئے نہیں لا سکے تہی دست ہم تیرے قدموں پر گرتے اور تیری رحمت کی بھیک مانگتے ہیں اے ہمارے رحمٰن! ان تہی ہاتھوں کو اپنی رحمت سے یدِ بیضا کر دے۔ تیرا جمال اور محمد کا حُسن دُنیا پر چمکے اور اسے روشن کرے اِن تہی ہاتھوں کو اپنے دست قدرت میں پکڑ۔ تیرا اجلال اور محمدؐ کی عظمت دُنیا پر ظاہر ہو۔ اسلام اور محمدؐ کے مغرور دشمن کا سر نگوں اور شرمندہ کر دے۔

اے ہمارے ربّ! ہماری بھول چُوک پر ہمیں گرفت نہ کرنا اور ہماری خطاؤں سے درگزر کرنا۔ ہم عاجز بندے ہیں مگر ہیں تو تیرے ہی بندے۔ اے ہمارے ربّ! کبھی ایسا نہ ہو کہ ہم عہد شکن ہو کر ثواب کے کاموں سے محروم ہو جائیں اور عہد شکنی کی سزا تیری طرف سے ہمیں ملے۔ اے ہمارے محبوب! ہم ہمیشہ اپنے عہد پر قائم رہنے کی تجھ سے توفیق حاصل کرتے رہیں اور ہمیشہ تیری ہی رضا ہمارے شاملِ حال رہے اور تیرے انعاماتِ بے پایاں کا جو سلسلہ اسلام میں جاری ہوا ہے اس کا تسلسل کبھی نہ ٹوٹے۔

اے ہمارے ربّ! اپنے قہر کی گرفت سے ہمیں محفوظ رکھیو۔ تیرے غصہ کی ہمیں برداشت نہیں۔ تیری گرفت شدید ہے، کچل کر رکھ دیتی اور ہلاک کر دیتی ہے۔ ہم عاصی ہیں ہمیں معاف فرما۔ ہم سے گناہ پر گناہ ہوا اور کوتاہی پر کوتاہی، اپنی رحمت کی وسیع چادر میں ہماری سب کمزوریوں کو چھپالے ہمیں اپنی رحمتوں سے ہمیشہ نوازتا رہ۔ تُو ہمارا محبوب آقا ہے۔ تیرے دامن کو ہم نے پکڑا، دامن جھٹک کے ہمیں پرے نہ پھینک دینا۔ ہماری پکار سُن اور اسلام کے ناشکرے منکروں کے خلاف ہماری مدد کو آ اور ان کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ۔

اے ہمارے ربّ! تیری راہ میں جو بھی سختیاں اور آزمائشیں ہم پر آئیں اُن کی برداشت کی قوت اور طاقت ہمیں بخش اور سختیوں اور آزمائشوں کے میدان میں ہمیں ثباتِ قدم عطا کر، ہمارے پاؤں میں لغزش نہ آئے اور اپنے اور اسلام کے دشمن کے خلاف ہماری مدد کر اور ہماری کامیابیوں کے سامان تو خود اپنے فضل سے پیدا کر دے۔

اثر و جذب میں ڈوبا ہوا فصیح و بلیغ انگریزی میں یہ خطبہ پندرہ منٹ تک جاری رہا۔ پُر شوق سامعین پر سکتہ کا عالم طاری تھا۔ درد و سوز میں ڈُوبی دعاؤں کے زیر اثر کمال عجز و نیاز کی حالت میں ہر ہر دعا پر ان کی زبان سے بے ساختہ آمین آمین کی دھیمی دھیمی آوازیں مسجد کی پُر سکون فضا میں بار بار ہلکا سا ارتعاش پیدا کرتی رہیں۔

خطبہ کے بعد حضور نے جمعہ اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ احباب نے حضور کی اقتداء میں یہ نمازیں کمال ذوق و شوق اور تضرع اور ابتہال کی حالت میں ادا کیں۔ (روزنامہ الفضل ربوہ ۳؍ ستمبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۲،۶)

قرآنِ حکیم کے احکام پر عمل کر کے ہم حقیقی فلاح سے ہمکنار ہوسکتے ہیں

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۶/ اگست ۱۹۷۶ء بمقام نیوجرسی میڈیسن (نقل مطابق اصل برائے النور)

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے قرآن کریم کی حسبِ ذیل آیت مع ترجمہ تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (المائدة:١٠٦)

ترجمہ: اے مومنو! تم اپنی جانوں (کی حفاظت) کی فکر کرو۔ جب تم ہدایت پا جاؤ تو کسی کی گمراہی تم کو نقصان نہیں پہنچائے گی تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پس جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سے تمہیں آگاہ کرے گا۔

پھر حضور انور نے فرمایا:۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ایک شخص کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی فکر کرے اور اس کا پورا پورا خیال رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے، اُس نے ہمیں محض پیدا ہی نہیں کیا بلکہ بعض صلاحیتیں بھی عطا کی ہیں اور پھر اُس نے ہمیں بعض راہوں پر چل کر ان صلاحیتوں کو ترقی دینے اور حسبِ استعداد انہیں کمال تک پہنچانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ان راہوں پر چلنے سے ہم اس کو پالیتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کا اصل مقصد ہمیں حاصل ہوجاتا ہے۔ وہ راہیں کون سی ہیں؟ سو جاننا چاہیئے کہ وہ راہیں وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں دیئے ہیں۔ ان احکام پر عمل کر کے ہم حقیقی فلاح سے ہمکنار ہوسکتے ہیں اور عند اللہ کامیاب قرار پاسکتے ہیں۔

ان احکام میں سے بعض کا تعلق ہمارے جسم سے ہے اور بعض کا تعلق ہماری روح سے ہے۔ اسی نسبت سے ہماری صلاحیتیں بھی دو قسم کی ہیں ایک جسمانی اور دوسرے روحانی۔ ہر دو قسم کی صلاحیتوں کو ترقی دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے علیحدہ علیحدہ احکام دیئے ہیں۔ جہاں تک جسمانی صلاحیتوں کو ترقی دینے والے احکام کا تعلق ہے ان میں سے ایک حکم یہ ہے کہ ہم خواہ مخواہ نفس کشی کے مرتکب نہ ہوں۔ اسی لئے اُس نے بلاوجہ فاقے کرنے اور جسمانی قویٰ کو ماؤف کرنے سے منع کیا ہے۔ اسی طرح دوسری طرف اُس نے اسراف سے بھی روکا ہے۔ جسمانی صلاحیتوں کو ترقی دینے کے سلسلہ میں اُس نے ہمیں درمیانی راستہ پر چلنے کا حکم دیا ہے یعنی انسان نہ تو نفس کو اتنا مارے کہ مضمحل ہو کر ناکارہ ہوجائے اور نہ اس درجہ نفس پروری کرے کہ اسراف کا مرتکب ہو کر نفس پرستی پر اُتر آئے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ (الرحمٰن:۹) فرما کر متوازن خوراک اور متوازن عمل کی تعلیم دی ہے Balanced Dietیعنی متوازن غذا کا نظریہ جس کا فی زمانہ بہت تذکرہ سننے میں آتا ہے کوئی جدید نظریہ نہیں ہے بلکہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہمیں یہی تعلیم دی تھی کہ ہم متوازن غذا استعمال کریں کیونکہ متوازن جسمانی ترقی کے لئے متوازن غذا کی ضرورت ہے۔ آج کل کے ماہرینِ غذا متوازن غذا پر بہت زور دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ متوازن غذا کا نظریہ دُنیا میں پہلی بار اُنہوں نے ہی پیش کیا ہے حالانکہ اسلام نے بہت پہلے ہی متوازن غذا کی اہمیت کو اُجاگر کر دیا تھا اسی طرح شہد کے متعلق قرآن مجید میں چند آیات آتی ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شہد اور شہد کی مکھیوں کے بارہ میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ جدید ریسرچ کی رو سے بھی سو فیصد درست اور مبنی بر حقیقت ثابت ہوا ہے۔

صدیوں بعد ریسرچ کرنے والے ماہرین یہ سمجھتے ہیں کہ گویا شہد کی مکھیوں کے یہ خواص اُنہوں نے پہلی بار دریافت کئے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں ان خواص کا پہلے ہی ذکر موجود ہے۔ جب ہم اس نقطۂ نگاہ سے قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو دل بے اختیار اللہ اکبر پکار اٹھتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ خدا کی کتاب یعنی قرآن مجید بہت عظمت والی کتاب ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عظیم میں ایسے احکام دیئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم زندگی کے تمام میدانوں میں ترقی کرسکتے ہیں۔ قرآن سب سے عظیم کتاب ہے سب سے پیاری کتاب ہے۔ یہ ہر باریکی میں جاتا ہے اور ایسے احکام دیتا ہے کہ جن پر عمل کر کے ہم ترقی کی منازل بآسانی طے کرسکتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم یہ عہد کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کریں گے اور اس کی اطاعت سے کبھی روگردانی نہیں کریں گے اسی میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے۔

ان احکام کی رو سے پہلی ذمہ داری انسان کی یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کی قدر کرے اور قدر یہی ہے کہ ان کے حقوق بجالائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی ترقی کے پیشِ نظر ایک اور عظیم اعلان بھی کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسری روح کو بچانے کے لئے اپنی روح کی قربانی پیش کرو۔ جہاں جسمانی صلاحیتوں کو ترقی دینے اور اپنے نفس کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی وہاں ساتھ ہی نفس پرستی سے منع فرمایا اور اس کے لئے اس نے ہمیں اخلاقی صلاحیتیں عطا کیں۔ اُس نے ان اخلاقی صلاحیتوں کو ترقی دینے کے لئے بھی متعدد احکام دیئے ہیں اور تاکید کی ہے کہ ہم ان پر بھی عمل پیرا ہوں اور وجہ اس کی یہ بیان فرمائی کہ اخلاقی احکام پر عمل پیرا ہونا دراصل تیاری ہے ایک اور اہم منزل تک پہنچنے کی۔ اور وہ منزل یہ ہے کہ ہم اس زندگی میں روحانی طور پر ترقی کرکے اپنے آپ کو اُس زندگی میں کامیابی کا اہل بنائیں جو کبھی ختم نہ ہوگی یعنی حیات الآخرۃ کو اپنا منتہائے مقصود بنا کر اس دُنیا میں اعمالِ صالحہ بجالائیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ اگلے جہان کی زندگی کا آغاز اس دُنیا میں ہی ہو جاتا ہے یعنی اس دُنیا کی زندگی اور اگلے جہان کی زندگی میں ایک تسلسل ہے اور دونوں زندگیاں باہم ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔

اس سے صاف عیاں ہے کہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے سے انسان کی دُنیا اور آخرت دونوں سنورتی ہیں اور اس طرح وہ حقیقی فوز و فلاح کا وارث قرار پاتا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور اُس کے احکام پر نہیں چلتے وہ بدقسمت ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ان کے لئے اس دُنیا میں بھی اگلے جہان میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر ایمان لانے کی توفیق دی اور ایسی راہوں کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی جو ہر لحاظ سے انسان کو کامیابی سے ہمکنار ہونے کی ضمانت دیتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور اس احسان کی قدر کریں اور اُس کے احکام پر چل کر جو اُس نے قرآن مجید میں ہمیں دیئے ہیں جسمانی، اخلاقی اور روحانی ترقیات کی منزلیں طے کرتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین

حضور کا یہ پُر معارف خطبہ جو بیس منٹ تک جاری رہا احباب نے کمال محویت کے عالم میں پوری توجہ کے ساتھ سُنا اور اس کا خاص اثر قبول کیا۔ دو بج کر ۱۰ منٹ پر حضور نے جمعہ اور عصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازیں پڑھانے کے بعد حضور اڑھائی بجے بعد دوپہر اپنی قیام گاہ میں واپس تشریف لے گئے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۴؍ اکتوبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۵،۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا ڈیٹن اوہائیو میں ایئرپورٹ میں استقبال۔ Welcome in Dayton.

یاد خدا میں دل کو لگاتے تو خوب تھا

کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ

زمانہ طالب علمی کی ایک نظم

عیسیٰ کو چرخ پر نہ بٹھاتے تو خوب تھا
احمد کو خاک میں نہ سلاتے تو خوب تھا

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا
مردہ بتوں سے جان چھڑاتے تو خوب تھا

قصے کہانیاں نہ سناتے تو خوب تھا
زندہ نشان کوئی دکھاتے تو خوب تھا

اپنے تئیں جو آپ ہی مسلم کہا تو کیا
مسلم بنا کے خود کو دکھاتے تو خوب تھا

تبلیغ دین میں جو لگادیتے زندگی
بے فائدہ نہ وقت گنواتے تو خوب تھا

دنیا کی کھیل کود میں ناصر پڑے ہو کیوں
یاد خدا میں دل کو لگاتے تو خوب تھا

(حیات ناصر، جلد اوّل، صفحہ 59-60)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بیرونی ممالک کے دورے

امتیاز احمد راجیکی

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے سنت چلی آ رہی ہے کہ وہ مومنوں کو انعام و اکرام سے نوازنے کے ساتھ ساتھ آزمائش و ابتلا کے ادوار سے بھی گزارتا ہے اور رنج و غم اور مصائب و آلام کی چکی میں بھی پیستا ہے تا کہ دنیا یہ دیکھ لے کہ خدا کے سچے اور مخلص بندے ہر حال میں اس کے حضور شکر و رضا اور صبر و استقلال کا دامن تھامے رہتے ہیں۔ کسی حالت میں بھی یاس و نومیدی اور آہ و فغاں کا شکار نہیں ہوتے۔ یہی سچے عباد اللہ المخلصین بالآخر اپنے مولیٰ کی عطا کردہ سکینت اور تمکنت کے سزاوار ٹھہرتے ہیں اور اس کے بے حساب انعاموں اور احسانوں کے وارث بنتے ہیں۔ اور یوں وہ ان ابتلا کے مواقع پر دشمنوں کے ٹھٹھوں اور استہزا کے بالمقابل تسلی و تشفی اور تسکین وراحت کے مورد قرار پاتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں کئی ایسے مواقع آئے جب اعدا کی ہرزہ سرائیاں اور کج کلاہیاں بغلیں بجانے لگیں کہ اب یہ سلسلہ اپنے انجام کو پہنچا کہ پہنچا۔۔۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات بھی بلاشبہ ایسا ہی جاں گسل مرحلہ تھا جب مومنوں کے وجود ہل گئے، ان کی آنکھیں بے نور اور دل چور چور ہو گئے۔ مگر خدائے قدوس و قدیر نے قدرتِ ثانیہ کے ظہور کے ساتھ اپنے وعدوں کا ایفا کیا اور شان و شوکت اور جلال و تمکنت کا ایک ایسا سلسلہ جاری کیا کہ سب بدخواہ و خیر خواہ انگشت بدنداں رہ گئے۔

اسی طرح کے ایک ابتلا کا زمانہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی رحلت کے ساتھ پیش آیا۔ آپ کی نصف صدی سے زائد عرصہ تک جماعت کی محبت و وفا سے لبریز قیادت اور رہنمائی نے احبابِ جماعت کو اس طرح مسحور کر دیا تھا کہ آپ کی جدائی کا جانکاہ صدمہ ان کی برداشت سے باہر تھا۔ ان کے لیے یہ تصور بھی ممکن نہ تھا کہ حضرت مصلح موعود کے بغیر بھی جماعت کا کوئی وجود ہو سکتا ہے۔۔۔ مگر خدائے عزّ و جلّ اس ادراک کو یقینِ محکم میں بدلنا چاہتا تھا کہ صرف وہی ذات بقائے دوام کی حامل ہے، صرف اسی کا وجود ہمیشگی پر مبنی قائم و دائم ہے۔ اور وہ جسے بھی امامت کی چھتری عطا فرماتا ہے اسی کے سایے تلے عافیت و عاطفت کا سامان پیدا فرما دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا وجود بھی اسی آفاقی حقیقت کا مظہر و آشکار تھا۔ آپ کے منصبِ خلافت پر بیٹھتے ہی فضائے احمدیت پر چھائے ہوئے غم و اندوہ کے بادل چھٹ گئے اور راحت و رافت کا نیا سورج طلوع ہوا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے آخری سالوں کی طویل علالت نے بیرونی جماعتوں کو براہِ راست زیارتِ امام سے محروم کر رکھا تھا؛ چنانچہ حضرت خلیفہ ثالثؒ نے اپنے دورِ خلافت کے بالکل ابتدائی سالوں سے بیرونِ ممالک کے دوروں کا انتظام فرمایا تا کہ ان کی تعلیم و تربیت اور انتظامی معاملات کی بہتر طور پر نگرانی کا بندوبست ہو سکے۔ اور انہیں ترقیات کے نئے ولولوں اور مرحلوں سے آشنا کیا جا سکے، ارتقا و ارتقاء کی نئی منزلوں سے ہمکنار کیا جا سکے۔

پہلا سفر یورپ اور مسجد نصرت جہاں کا افتتاح (1967)

مسندِ خلافت پر متمکن ہونے اور مرکزی انتظامی امور سے بااحسن طریق پر عہدہ برآ ہونے کے بعد آپ نے بیرونِ ممالک جماعتوں کے نظم و نسق کی طرف توجہ فرمائی اور براہِ راست متعدد دورے فرما کر ان کی اصلاح اور رہنمائی کا فرض ادا کیا۔

اس سلسلے میں آپؒ کا پہلا دورہ یورپ کے پانچ ممالک پر مشتمل تھا جن میں برطانیہ کے علاوہ مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ اور ڈنمارک بھی شامل تھے۔ حضورؒ کا یہ سفر 6 جولائی سے 24 اگست 1967 تک جاری رہا۔ اس دوران میں آپ نے کوپن ہیگن (ڈنمارک) میں سکنڈے نیوین ممالک میں بننے والے پہلی مسجد، "مسجد نصرت جہاں" کا افتتاح فرمایا۔ اور اسے تاریخِ عالم کا ایک اہم اور عظیم واقعہ قرار دیا کہ خدا تعالیٰ نے تثلیث اور دہریت کے گڑھ میں خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کے لیے اوّلین گھر تعمیر کرنے کی سعادت جماعت احمدیہ کے کمزور اور عاجز افراد کو عطا فرمائی۔

دوسرا سفر یورپ و مغربی افریقہ (1970)

حضرت خلیفہ ثالثؒ نے بیرونی ممالک کا دوسرا دورہ 4 اپریل سے 8 جون 1970 تک کیا۔ اس بار آپؒ نے یورپ کے ممالک برطانیہ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ کے ساتھ سپین کا بھی انتخاب کیا جو آئندہ زمانوں کے لیے اس ملک

میں احیائے اسلام کے دورِ نو کا آغاز تھا۔ حضورؒ نے اس سفر میں مغربی افریقہ کے ممالک نائجیریا، گھانا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، گیمبیا اور سیرالیون کو بھی پائے خلافت کی برکات سے متمتع کیا۔ اور ان قوموں کو سینے سے لگایا جو مدتوں سے محروم اور مظلوم چلی آرہی تھیں۔ آپؒ نے اس دورے میں سربراہانِ مملکت سے بھی ملاقاتیں فرمائیں جنہوں نے حضورؒ کے ساتھ نہایت عزت و احترام کا سلوک کیا؛ یوں آپؒ حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کے اس الہام کے مصداق بن گئے کہ "وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔"(اشتہار20فروری1886)

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ 1968 میں گیمبیا کے ایک مخلص احمدی عزت مآب ایف ایم سنگھاٹے صاحب ملک کے گورنر جنرل کے عہدے پر فائز ہوئے اور ایک غیر معمولی عظیم روحانی اعزاز سے بھی ہمکنار ہوئے جب آپ کی درخواست پر حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے کپڑے کا تبرک انہیں بھجوایا گیا۔ اور یوں پہلی مرتبہ حضرت اقدسؑ کا الہام "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" ظاہری شکل میں بھی پورا ہوا۔

تیسرا سفر یورپ(1973)

حضرت خلیفہ ثالثؒ کے تیسرے دورہ یورپ کا آغاز 12 جولائی 1973 کو ہوا۔ آپؒ نے 24 ستمبر تک سات ممالک کو اپنے وجودِ باجود سے فیضیاب کیا جن میں برطانیہ، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، مغربی جرمنی، ڈنمارک کے علاوہ اس بار اٹلی اور سویڈن کا بھی اضافہ ہوا۔ اس دوران میں آپؒ نے اپنے طالب علمی کے زمانے کے ایک رؤیا کا ذکر فرمایا جس میں آپؒ نے جرمن قوم کے بظاہر سخت اور پتھر دل پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا دیکھا تھا۔ آپؒ نے اس بنا پر یورپ میں تبلیغِ حق اور اشاعتِ قرآنِ کریم کو وسیع تر کرنے کی خاطر پریس لگانے کا بھی جائزہ لیا۔

چوتھا سفر یورپ(1975)

خلافت کے بعد حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے چوتھے سفر یورپ میں اس دفعہ انگلستان، مغربی جرمنی، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، ڈنمارک اور سویڈن کے ساتھ ناروے کا ملک بھی شامل ہو گیا۔ آپؒ کا یہ دورہ 5 اگست سے 29 اکتوبر 1975 تک جاری رہا۔ اس دوران میں آپؒ نے برطانیہ کے جلسہ سالانہ پر خطابات فرمائے، گوٹن برگ (سویڈن) کی "مسجد ناصر" کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اور اس تمنا کا اظہار فرمایا کہ ناروے میں بھی اللہ کے گھر کی تعمیر ہو تا کہ تمام سکنڈے نیوین ممالک میں دعوت الی اللہ اور اشاعتِ اسلام کے لیے سامان اور سہولتیں میسر آسکیں۔

حضرت صاحبؒ کئی ماہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ یورپی ممالک کے اس سفر کا ایک مقصد علاج اور بحالیِ صحت بھی تھا؛ چنانچہ آپؒ نے اس دورے میں کئی صحت افزا مقامات کی بھی سیر کی۔

پانچواں سفر یورپ وامریکہ (1976)

بیرونی ممالک کے لیے آپؒ کا پانچواں دورہ، یورپ کے ساتھ ساتھ امریکہ اور کینیڈا کی خوش بختی کا باعث بھی بنا۔ حضرت خلیفہ ثالثؒ کے تین ماہ پر مشتمل سفر کا آغاز ربوہ سے مؤرخہ 20 جولائی 1976 کو ہوا اور بے شمار برکات کو سمیٹتے ہوئے 20 اکتوبر کو مرکزِ سلسلہ میں واپسی پر تکمیل پذیر ہوا۔ 21 جولائی کو آپؒ قافلے سمیت لندن پہنچے جہاں سے 25 تاریخ کو امریکہ کے لیے روانگی ہوئی۔ برِّ اعظم امریکہ کے لیے یہ حضورؒ کا پہلا دورہ تھا جس میں آپؒ واشنگٹن، نیویارک، نیو جرسی، ڈیٹن اور میڈیسن تشریف لے گئے۔ ڈیٹن کے میئر نے آپؒ کی آمد کو خوش نصیبی اور اعزاز کا باعث قرار دیتے ہوئے آپؒ کی خدمت میں شہر کی چابی پیش کی۔ اور احبابِ جماعت نے امریکہ کے جلسہ سالانہ میں امامِ وقت کے ولولہ انگیز خطابات سے فیضیاب ہونے کی سعادت پائی۔ 15 اگست کو لندن جانے سے پہلے حضورؒ نے چند روز کینیڈا کے شہر ٹورنٹو میں بھی قیام فرمایا۔

یورپ واپسی کے معاً بعد آپؒ سویڈن کے شہر گوٹن برگ پہنچے جہاں 20 اگست 1976 کو "مسجد ناصر" کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی۔

چھٹا غیر ملکی دورہ اور بین الاقوامی کانفرنس(1978)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ مبارک کا ایک یادگار واقعہ مؤرخہ 2 تا 4 جون 1978 لندن میں "کسرِ صلیب" کے تحت جماعت احمدیہ کی جانب سے "حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت سے نجات" کے موضوع پر بین الاقوامی کانفرنس کا اہتمام تھا جس میں شرکت کے لیے حضورؒ بنفسِ نفیس تشریف لائے۔ آپؒ کا یہ سفر 8 مئی کو شروع ہوا۔ جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ کا دورہ مکمل کرتے ہوئے آپؒ 31 مئی کو لندن میں تشریف فرما ہوئے۔ کانفرنس میں دنیا بھر سے ڈیڑھ ہزار سے زائد مندوبین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کا وسیع پیمانے پر اخبارات میں چرچا ہوا۔ اور بین الاقوامی سطح پر مدبرین سے تبادلہ خیالات کا موقع ملا۔ جس کے مثبت اثرات مرتب ہونے کے ساتھ ساتھ بعض متعصب عناصر کی جانب سے مخالفت اور دھمکیوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

اسی سفر کے دوران میں حضرت صاحبؒ نے 24 جولائی سے 18 اگست تک یورپیئن ممالک، مغربی جرمنی، ناروے، سویڈن اور ڈنمارک کا دورہ بھی کیا۔ بعد ازاں بحالیٔ صحت کی غرض سے کچھ عرصہ لندن قیام فرمانے کے بعد حضورؒ 11 اکتوبر 1978 کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

ساتواں اور آخری بین الاقوامی دورہ (1400-1980ھ)

حضرت خلیفہ ثالثؒ کا ساتواں اور آخری دورہ تین براعظموں، یورپ، امریکہ اور افریقہ کے تیرہ ممالک پر مشتمل تھا۔ اس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی تاریخی ہے کہ یہ چودھویں صدی کے آخری سال میں 26 جون سے 24 اکتوبر کے عرصہ پر محیط ہے۔ اس دورے میں آپؒ نے یورپ کے دیگر ممالک کے علاوہ اوسلو (ناروے) میں اس ملک کی پہلی بیت الذکر "مسجد نور" کا افتتاح فرمایا۔

مغربی افریقہ کے ملکوں نائجیریا اور گھانا میں آپؒ کا قیام 18 اگست سے 30 اگست تک رہا۔ جہاں سے آپؒ براستہ لندن کینیڈا تشریف لے گئے۔ 4 ستمبر سے 11 ستمبر تک کینیڈا قیام کے بعد آپؒ نے 23 ستمبر تک امریکہ کا دورہ کیا، جہاں سے واپسی کے بعد 24 ستمبر اور 3 اکتوبر کے درمیان آپؒ نے برطانیہ کے پانچ نئے مراکز کا افتتاح کیا۔ 5 اکتوبر کو جلسہ سالانہ برطانیہ کو رونق بخشی اور 9 اکتوبر کو سپین پہنچ کر پیدروآباد (قرطبہ) میں مسجد بشارت کے سنگِ بنیاد کی تاریخی تقریب میں شرکت فرمائی۔

سپین کے متعلق حضرت خلیفہ ثالثؒ کا اضطراب اور تعلق خاطر انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ آپؒ اس بات سے بے قرار ہو جاتے کہ ایک ایسی عظیم اسلامی مملکت جس نے پانچ سو سال سے زائد عرصہ (711ء تا 1236ء) تک اس خطے کو علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کا گہوارہ بنائے رکھا اور ترقی و کامرانی کی ایسی شمعیں روشن کیں جن سے پورا یورپ جگمگا اٹھا۔ جب اس پر زوال کا دور آیا اور سپین پھر سے عیسائیت کی آغوش میں جا گرا تو وہاں سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ گیا، مسجدیں ویران ہو گئیں۔ توحید آہِ بے کراں ہو گئی اور تثلیث کے شادیانے بج اٹھے۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیرِ خاص نے جب اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے اس دور میں جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء کو مبعوث فرما کر پھر سے دین کی تمکنت اور احیائے نو کا ارادہ کیا تو اس کے فرشتوں نے سامان و اسباب بھی مہیا کرنے شروع کر دیئے۔ حضورؒ نے اپنے پہلے دورہ سپین (مئی 1970) کے دوران میں انتہائی اضطراب، درد و الحاح اور توکل و تیقن سے بھرپور دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے الہاماً اس عظیم بشارت کے ساتھ لوٹے: "و من یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ۔ ان اللّٰہ بالغ امرہ۔ قد جعل اللّٰہ لکل شیءٍ قدرا۔ (ترجمہ: اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے وہ (اللہ) اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ یقیناً اپنے مقصد کو پورا کر کے چھوڑتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر چھوڑا ہے)۔

اس آسمانی بشارت نے بہت جلد رنگ دکھایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیرِ خاص سے سپین میں ایسی حکومت کا قیام عمل میں آیا جس نے آئین میں تبدیلیاں کر کے مذہبی آزادی کی ضمانت دے دی۔ اور اس طرح خدائے واحد و یگانہ کی عبادت گاہ کے قیام کا سامان پیدا ہو گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کے مطابق دس سال کے عرصے کے اندر اندر قرطبہ کے قریب مسجد اور مشن ہاؤس بنانے کی اجازت اور جگہ مل گئی۔ 9 اکتوبر 1980 کو امام جماعت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ابراہیمی دعاؤں کے ساتھ "مسجد بشارت" (پیدروآباد) کا سنگِ بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور 10 اکتوبر کو وہیں پر جمعہ کی نماز ادا کی۔ سپین کی سرزمین پر سات، ساڑھے سات سو سال میں بننے والی یہ پہلی مسجد تھی۔

مسجد بشارت کی تعمیر حضورؒ کی زندگی میں مکمل ہو گئی تھی اور آپؒ نے اس کے افتتاح کا پروگرام بھی مرتب کر لیا تھا جس کے مطابق 10 ستمبر 1982 کا دن مقرر کیا گیا؛ چنانچہ آپؒ اسلام آباد ویزا وغیرہ کے بندوبست کے لیے تشریف لے گئے مگر ہر مرحلے پر خدا تعالیٰ کی اپنی مخفی حکمتیں اور تقدیریں کارفرما ہوتی ہیں۔ 26 مئی کو آپؒ پر دل کی بیماری کا حملہ ہوا جو جان لیوا ثابت ہوا اور 9 جون 1982 کو آپ اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

مسجد بشارت کا افتتاح پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ہاتھوں 10 ستمبر 1982 کو ہوا۔ شاید خدا کی تقدیر اپنے اس گھر اور اس علاقے کو "ذوالنورین" بنانے کا ارادہ کیے ہوئے تھی کہ دو خلفاء ان بشارتوں اور برکتوں کے حصہ دار بنیں۔

"قادر ہے وہ بارگاہ، ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے"
(درّثمین صفحہ ۱۸۸)

۱۹۷۳ کے دورۂ یورپ کے دوران پریس کانفرنس کے موقع پر لی گئی تصویر In Europe in 1973

۱۹۶۷ محمود ہال ربوہ کے سنگِ بنیاد کے موقع پر لی گئی تصویر

Foundation of Mahmud Hall Rabwah in 1967

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خلافت کا بارہواں سال ۱۹۷۶ء

"وَسِّعْ مَکَانَکَ کے خدائی فرمان کی تعمیل میں حضور ۱۹۷۶ء میں یورپ، امریکہ اور کینیڈا کے دورے پر روانہ ہوئے اس دورے کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ حضور کا یہ براعظم امریکہ کا پہلا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے امریکہ میں تبلیغ دین کی مشکلات کے باعث فرمایا تھا کہ

"میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسا مجھ سے، یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں حضورؒ کا پیارا وجود ہی ایسا تھا جو اس اہم خدمت کو حضرت مسیح موعودؑ کی جانشینی میں شروع کر سکتا تھا۔

چنانچہ حضور نے امریکہ، واشنگٹن، ڈیٹن، نیویارک، اور نیو جرسی کا دورہ فرمایا اور ان کے جلسہ ہائے سالانہ پر خطابات فرمائے۔ حضورؒ نے جماعت کو کمیونٹی سنٹر بنانے اور ان میں پھلدار پودے لگانے کی تحریک بھی فرمائی۔ حضور کینیڈا بھی تشریف لے گئے جہاں حضور کا والہانہ استقبال کیا گیا۔

اس دورہ کے دوران حضورؒ نے یورپ میں "مسجد ناصر" گوٹن برگ (سویڈن) کا افتتاح فرمایا اور ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ اور انگلستان کی جماعتوں کا دورہ بھی فرمایا اور مغربی دنیا میں اسلام کی نشرواشاعت کے دائرہ میں توسیع فرمائی۔ اسلام کی اشاعت کے نظام کو زیادہ موثر اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے امریکہ اور کینیڈا کے مبلغین کو نصائح فرمائیں۔'

(حیاتِ ناصر جلد اول صفحات ۴۰۲-۴۰۳)

آقاؒ کی التفات اور دعاؤں کے ثمرات

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھری یادیں)

امتیاز احمد راجیکی

ایک حسین وجود جس پر نظریں نہ ٹکنے پائیں۔ نور کے ہالے میں لپٹا ہوا چاند چہرہ جس پر نگاہ پڑے تو پلکیں جھپکنے سے انکار کر دیں۔ اگر کہیں نظر سے نظر ٹکرا جائے تو مبہوت ہو کر رہ جائے ــــــــ وہ آرزوؤں کا مسکن، تمناؤں کا محور، مسیحِ محمدی کا غلام ابنِ غلام، ہمارا آقا و محسن جس کے دامنِ خلافت و امامت اور آغوشِ رحمت و رأفت میں مَیں نے اپنے لڑکپن اور نوجوانی کے سترہ سال گزارے؛ جب بھی یادوں کے کواڑوں میں جھانکتا ہے بیک لخت ایک بے قرار آتش آمیز تڑپ اور بے پناہ برودت اور سکون و آشتی کے امتزاج کا احساس اجاگر کر دیتا ہے۔

وہ وجودِ پاک کبھی جس کا انگ انگ ایک ایسے ادارے سے وابستہ تھا جس نے علم و دانش کے نئے باب رقم کیے۔ امن و سلامتی اور امید و تیقّن سے لبریز پیغام نو سے ملک و ملت کو آشنا کیا جو دنیائے جہالت و معصیت کے لیے ضربِ کلیم ثابت ہوا۔ وہ مردِ فیاض جو عوام النّاس کی عمومی بہبود اور تعلیم الاسلام کالج اور طلبا کے خصوصی مفاد و مقاصد کے لیے مدتوں آغوشِ مادر وا کیے اپنے پروں کی گھنیری چھاؤں تلے دنیا کے دھتکارے ہوئے، مصائب و آلام سے جھلسے ہوئے حاجتمندوں کی پناہ گاہ بنا رہا؛ جب ۱۹۶۵ میں مسندِ امامت و خلافت پر فائز ہوا تو گویا اس کی پلٹی ہوئی کایا ایک اور رنگ میں پلٹ گئی۔ بخشش و کرم کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی شخصیت حسن و احسان کی بے پایاں بلندیوں پر پرواز کرنے لگی۔ وہ شخص جو عمر بھر خود اپنے وجود کو ڈبو ڈبو کر علم و عرفان کے نگینوں کو چنتا اور اپنے عرقِ جگر کا خون کر کے سیپیوں میں چھپے ہوئے موتیوں کو چنتا رہا، اب ایک نئی بہار سے اپنی عطا و سخا کی جھولی میں ان لعلوں کو پروان چڑھانے لگا۔

یہ وجود حضرت حافظ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہو سکتا تھا۔

بہت بچپن میں میرا آپؒ کے ساتھ ایک انجانا سا محبت اور عقیدت کا رشتہ قائم ہو گیا۔ اگرچہ براہِ راست رابطہ اور تعلق آپؒ کے خلیفہ بننے کے بعد ہی ہوا مگر کئی بار آپؒ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپؒ کے خطابات سے مشرف ہونے کا موقع ملا۔ دو ایک بار مجھے یاد پڑتا ہے، ہمارے غریب خانے کو آپؒ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی جب آپؒ میرے دادا حضرت مولانا غلام رسول راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لیے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپؒ کے مسندِ خلافت پر فائز ہونے اور پہلی بیعت میں شمولیت آج بھی گویا کل کا واقعہ لگتا ہے۔ مگر براہِ راست آپؒ کی نظرِ کرم اور دعاؤں کا وارث اس وقت بنا جب آپ خلیفہ بننے کے بعد تعلیم الاسلام ہائی سکول تشریف لائے۔

یہ واقعہ استاذ الاساتذہ حضرت میاں محمد ابراہیم جمونی صاحب مرحوم کی یاد میں لکھے گئے اپنے ایک مضمون سے رقم کرتا ہوں۔

"حضرت میاں جمونی صاحب کی روایت تھی کہ ہر سال دسویں جماعت کو فائنل امتحان سے پہلے الوداعی پارٹی دیتے جس میں نویں جماعت بھی شامل ہوتی؛ گویا جونیئر کلاس کو اس بات کے لیے تیار کیا جاتا کہ آئندہ تمہاری باری ہے۔ ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس دعوت میں آپ کی کوشش ہوتی کہ امامِ وقت بنفسِ نفیس تشریف لائیں اور براہِ راست اپنے وجودِ با برکات سے رونق بخشیں۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علالت کے باعث یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ لیکن سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمد صاحبؒ مسندِ خلافت پر متمکّن ہوئے تو آپ کو دوبارہ یہ موقع مل گیا؛ چنانچہ حضور رحمہ اللہ اپنے عہدِ امامت کے ابتدائی سالوں میں سکول کی اس تقریب میں رونق افروز ہوتے رہے۔

۱۹۶۷ میں ہماری نویں جماعت دسویں جماعت کو الوداعی پارٹی دے رہی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی اس میں تشریف فرما تھے۔ دورانِ تقریب میں حضرت صاحب سے مصافحے کا انتظام تھا۔ سب طلبا خاموشی سے مصافحہ کرتے ہوئے گزرتے جاتے۔ مَیں اسی پر بڑا نازاں تھا کہ یہ خوش نصیبوں کی سعادت مجھے بھی حاصل ہو رہی ہے۔ آقاؒ کے دیدار اور دست بوسی سے زیادہ کوئی تمنا اُس وقت نہ تھی۔ جب میری باری آئی تو اچانک میاں صاحب بول اٹھے: 'حضور! یہ امتیاز ہے۔ برکات کا لڑکا۔'

حضرت میاں جمونی صاحب میرے، میرے والد مکرم برکات احمد راجیکی

مرحوم اور حضرت خلیفہ ثالثؒ سب کے استاد تھے۔ چنانچہ انہوں نے اسی بے تکلفی سے یہ جملہ کہہ دیا۔ پھر مزید تعارف کے رنگ میں فرمانے لگے:

'کرکٹ بہت اچھی کھیلتا ہے۔'

'پڑھتا بھی ہے؟' آقاؒ نے دریافت فرمایا۔ 'جی حضورؒ! کلاس میں فرسٹ آتا ہے۔' میاں صاحب نے ازراہِ شفقت حسن ظنی سے کام لیا۔

حضرت صاحب کی گہری محبت بھری نگاہ اور ہلکی سی مسکراہٹ میری روح کو ہمیشہ کے لیے سرشار کر گئی۔ مجھے اب تک محسوس ہوتا ہے کہ اس لمحے حضورؒ کی توجہ اور زیرِلب دعا نے میرے وجود کو گھائل کر دیا۔

یہ واقعہ میری نویں جماعت کا تھا۔ اب ہوا یہ کہ میٹرک کے امتحان تک پہنچتے پہنچتے میری توجہ پڑھائی سے ہٹ کر کھیل کود اور دیگر غیر نصابی مشاغل کی طرف زیادہ ہو گئی اور تعلیمی ترقی کا گراف تیزی سے نیچے کی طرف گرتا چلا گیا۔ اس کے بالمقابل میرے بعض دوسرے ہم جماعت بڑی توجہ اور انہماک سے آگے بڑھنے لگے۔ خدا خدا کر کے امتحانوں سے فارغ ہوئے۔ خیال تھا کہ اگر معمولی سی فرسٹ ڈویژن بھی آگئی تو غنیمت ہو گی ـــــ مگر جب نتیجہ نکلا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ مَیں تمام سکول میں اوّل تھا۔

مَیں سمجھتا ہوں، خدا تعالیٰ نے میرے بزرگ استاد کے حسنِ ظن کی لاج رکھ لی اور حضرت خلیفۃ المسیحؒ کی محبت بھری نگاہ اور خاموش دعا کی قبولیت کا سامان پیدا فرمادیا۔"

خلافت سے وابستگی اور خلیفۂ وقت کی توجہ اور دعاؤں کی قبولیت کے ثمرات جماعتی زندگی کا ایک ایسا نکتہ اور محور ہیں جن کے گرد ہمارا سارا نظام گھومتا ہے۔ دعا تو دراصل خدا تعالیٰ کے حضور ہی ہوتی ہے اور وہی ذات دعاؤں اور التجاؤں کو سنتا اور مشکلات کے حل پیش فرماتا ہے۔ لیکن اللہ ربّ العزت اپنے پیارے وسیلوں کی قدر کرتا ہے اور ان سے محبت اور تعلق کو قبول فرما کر ایک ملتجی کی حاجت براری کرتا ہے۔ اس نکتے کو ہمارے بزرگوں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں نے خوب سمجھا اور ہمیشہ دعاؤں کی قبولیت کو خلافت کے ساتھ قلبی تعلق اور وابستگی کے ساتھ باندھے رکھا۔

میرے دادا حضرت مولانا غلام رسول راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کے قدموں کی برکت سے قبولیت اور عزت کا مقام عطا فرمایا، کے پاس کثرت سے لوگ دعا کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ ان کے لیے اللہ کے حضور التجا بھی کرتے اور ساتھ ہی یہ نصیحت بھی فرماتے کہ حضرت صاحب کو دعا کے لیے ضرور لکھو۔ آپ کا یہ ارشاد آپ کی سوانح عمری میں بھی درج ہے کہ:

"دعامیں قبولیت کے لیے خلیفۂ وقت کی دعاؤں کو اپنے ساتھ شامل کرو۔"

اس امر کے مشاہدے اور تجربے ہر روز ہوتے رہتے ہیں کہ درخواستِ دعا کا خط ابھی ڈاک میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے قبولیت کا سامان پیدا فرما دیا۔ حضرت ثاقب زیروی صاحب مرحوم کا واقعہ تو بے حد ایمان افروز ہے کہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اپنی والدہ کی علالت کی اطلاع دینے کے لیے خط لکھنے کا ارادہ کیا مگر پھر اس خیال سے رک گئے کہ کہیں حضورؒ کو تکلیف نہ پہنچے۔ چند روز بعد حضورؒ کا فون آیا کہ "ثاقب صاحب آپ کی والدہ کی طبیعت اب کیسی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کی اطلاع دی تھی اور ان کے لیے دعا کا موقع بھی ملا۔"

میری زندگی میں بھی کئی ایسے واقعات آئے جب خلیفۂ وقت کو دعا کی درخواست کی اور اللہ تعالیٰ نے حاجت براری کے سامان پیدا فرمادیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورِ خلافت میں مجھے ایک لمبے ابتلا میں سے گزرنا پڑا۔ آپؒ نے کس طرح تسلی و تشفی اور دعاؤں سے اپنے اس عاجز غلام کی ڈھارس بندھائی اس کا تذکرہ تشکر، احسان مندی اور تحدیثِ نعمت کے طور پر پیشِ خدمت ہے۔

22 مئی 1974 کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پہلے سے تیار کیے ہوئے منصوبے کے تحت ہونے والے ہنگامے کے اگلے روز مجھے آسٹریلیشیا بینک میں گریڈ دوم (II) افسر کی حیثیت سے ٹریننگ کے لیے جھنگ حاضر ہونا تھا۔ ابھی ایک ہفتہ بھی سکون سے نہ گزرنے پایا تھا کہ 29 مئی سے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ملک گیر ہنگاموں کے ایک لامتناہی سلسلے نے ہر طرف آگ بھڑکا دی۔ احمدیوں کے جان و مال، عزت و آبرو سے ہولی کھیلنا ایک مقدس مشغلہ بن گیا۔ بظاہر ایک معمولی ساواقعہ کتنے بڑے طوفانوں اور دل ہلا دینے والے ظلموں کا پیش خیمہ ثابت ہو گا کوئی اُس وقت اِس کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔

جماعت احمدیہ کا ہر فرد کسی نہ کسی رنگ میں اس سے متاثر ہوا۔ خود مجھے بھی پاکستان میں اپنے چودہ سالہ بینکنگ کیریر میں جن تعصبات، تکالیف اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ ایک طویل داستان ہے۔ یہاں پر صرف ایک ناگہانی واقعہ کا ذکر

کرتا ہوں جس کے باعث مجھے ہتھکڑیوں کی زنجیروں، قید و بند کی صعوبتوں، لمبے مقدمات اور عدالت کچہری کی پیشیوں کی اذیتوں سے گزرنا پڑا۔ ایسے مشکل وقت میں خلیفۂ وقت کی دعائیں اور تسلیاں کس طرح حوصلہ بڑھاتی رہیں وہ انمٹ یادیں میری زندگی کا نہایت قیمتی سرمایہ ہیں۔

8 ستمبر 1975 کو ہمارے بینک میں ہونے والے ایک فراڈ کیس میں مجھے ملوث کر دیا گیا۔ مَیں ان دنوں سرگودھا برانچ میں اکاؤنٹس ڈپارٹمنٹ کے انچارج کی حیثیت سے تعینات تھا۔ ہوا یہ کہ چند روز پہلے ایک نیا کرنٹ (checking) اکاؤنٹ معمول کی کارروائی کے بعد ہمارے ایک دوسرے افسر نے کھولا۔ اس کھاتے میں چند روز تھوڑی بہت لین دین (transaction) ہوتی رہی اور مذکورہ تاریخ کو چالیس ہزار روپے کیش جمع ہوئے اور اسی روز بعد میں بینک اوقات کے اختتام کے قریب تیس ہزار کا چیک دے کر کیش نکلوا لیا گیا۔ ڈپازٹ سلپ میرے ڈیپارٹمنٹ کے کلرک نے متعلقہ اکاؤنٹ میں جمع کی اور مَیں نے مخفف دستخط (initial) کر کے اس کی توثیق کی۔ بعد ازاں پیش ہونے والے چیک کو بھی معمول کی کارروائی کے ذریعے کلرک نے درج کیا، مَیں نے وہ چیک پاس کیا اور بڑی رقم ہونے کی وجہ سے برانچ مینجر نے بھی اس پر دوسرے دستخط کیے۔ اس دور میں یہ سب کچھ بڑے بڑے رجسٹروں میں موجود کھاتوں میں کیا جاتا تھا۔ کوئی الیکٹرونک کمپیوٹرائزڈ بینکنگ سسٹم نہیں تھا۔

یہاں تک کی ساری کارروائی میں کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ اس قسم کا لین دین روزانہ کا معمول تھا۔ مگر بعد ازاں شام کو میرے چلے آنے کے بعد جب جنرل لیجر کی بیلنس شیٹ بنائی گئی تو تیس ہزار کا فرق آنے لگا۔ اس فرق کو کریدتے کریدتے یہ نتیجہ نکلا کہ صبح جو چالیس ہزار کیش جمع ہوئے تھے اس کا ووچر غائب ہے۔ دو تین جگہ اس کا اندراج ضرور تھا۔ اسے میرے جس اسسٹنٹ نے درج کیا وہ بڑا ہوشمند اور تجربہ کار کلرک تھا۔ مَیں نے بھی اس کیش سلپ کو لازماً دیکھا۔ یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ بغیر کسی حقیقی شے کے ایک نہیں دو اشخاص دھوکا کھا جائیں۔ اگلے روز تحقیق پر پتا چلا کہ جو اکاؤنٹ کھلوایا گیا تھا وہ سرے سے تھا ہی جعلی۔

اُس زمانے میں شناختی کارڈ یا کسی دیگر شناخت (identity) کے بغیر کسی پرانے کھاتہ دار (customer) کی تصدیق پر کھاتہ کھول لیا جاتا تھا۔ ہمارے جس افسر نے وہ کھاتہ کھولا اس نے رواروی میں جو بھی تصدیق کی کارروائی کی یا نیا اکاؤنٹ کھولنے کی "تقریب" منائی اسے کچھ یاد نہیں تھا کہ کھاتہ کس نے کھلوایا تھا۔ اب تفتیش کا رخ اس کیشیئر کی طرف ہو گیا جس نے تیس ہزار کی ادائیگی کی تھی۔ اس سے پوچھا جائے کہ وہ کون شخص تھا تو وہ بھی کچھ بتا نہ پائے؛ کیونکہ روزانہ بیسیوں کھاتہ داروں کو لاکھوں کی ادائیگی ہوتی رہتی تھی۔ اب بینک والے اس شک میں مبتلا ہونا شروع ہو گئے کہ ان چاروں نے مل کر یہ فراڈ کیا ہے۔ بینک مینجر جس نے چیک پر دوسرے دستخط کیے تھے اسے تو نہ پوچھا جائے کیونکہ وہ کافی اثر و رسوخ والا شخص تھا اور ساری برانچ کا انچارج بھی۔

بینک کی تفتیش کئی ماہ تک جاری رہی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ اگر انہی چاروں افراد نے مل کر فراڈ کیا تھا تو انتہا درجے کے احمق تھے کہ اتنی چھوٹی سی رقم کے لیے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہے ہیں۔ دوسری طرف سنٹرل آفس ہیڈ کوارٹر سے دباؤ بڑھتا جا رہا تھا کہ کسی نتیجے پر پہنچا جائے اور رقم کی بازیابی کا بندوبست کیا جائے۔ چنانچہ بینک انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ کیس پولیس کے سپرد کر دیا جائے۔ اور ان چاروں ملازمین کے نام دے دیئے جائیں۔

16 مئی 1976 کو ہمیں پولیس اسٹیشن حاضری کے لیے طلب کیا گیا۔ ہمیں یہی بتایا گیا کہ وہ صرف کچھ معلومات لینا چاہتے ہیں۔ ہمیں ویسے بھی مجرمانہ ضمیر (guilty conscience) کی خلش نہیں تھی۔ اس لیے کسی نے ضمانت قبل از گرفتاری نہ کروائی۔ مگر پولیس اسٹیشن پر معاملہ ہی کچھ اور نکلا۔ وہ تو جیسے خار کھائے بیٹھے تھے کہ اتنا بڑا فراڈ کرنے والے پولیس کو حصہ دیئے بغیر بچ کیسے نکلے۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ہم چاروں کو حوالات میں بند کر دیا اور اپنا معروف طریقۂ تفتیش شروع کر دیا جو صرف اور صرف تشدد پر مبنی ہوتا ہے کہ ملزم خود ہی اقبالِ جرم کر لے اور اس پر دفعات لاگو کر کے مقدمہ درج کر لیا جائے؛ کیونکہ بینک کی داخلی تفتیش کے مطابق ہمارے خلاف کوئی بھی ثبوت مہیا نہیں ہو سکا تھا۔

حوالات کی زندگی کا شاید وہ لوگ اندازہ نہ کر سکتے ہوں جنہیں اس سے سابقہ نہ پڑا ہو۔ عام جیلیں تو اس کے مقابل پر جنت متصور ہوتی ہیں۔ روئے زمین پر شاید ہی اس سے بدتر کوئی اور جگہ ہو۔ پاکستان کی معمولی معمولی حوالاتیں بھی "گوانتانامو بے" (Guantanamo Bay) کو شرماتی ہیں۔

ہمیں تین روز اس جہنم میں گزارنے پڑے۔ مَیں وہیں گندگی کے ڈھیر پر ڈاکوؤں اور قتل کے ملزموں کے درمیان نمازیں پڑھتا، دعائیں کرتا اور اپنے ساتھیوں کی حالتِ زار پر پیچ و تاب کھاتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ معجزانہ

عفو اور رحم کا سلوک فرمایا، اعانت کے غیر معمولی سامان پیدا فرمائے اور ہر قسم کے تشدد سے بھی محفوظ رکھا۔ تین روز سے زیادہ ہمیں حوالات میں بغیر ریمانڈ کے نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ پولیس کی کوشش یہی تھی کہ اس دوران میں تشدد کر کے ان ملزموں سے اقبالِ جرم کروا لیا جائے اور فردِ جرم عاید کر کے باقاعدہ مقدمہ درج کر دیا جائے۔ وہ اپنے ان عزائم میں کامیاب نہ ہو پائی اور مجبوراً ہمیں ضمانت پر رہا کرنا پڑا۔ چنانچہ 18 مئی کو پولیس نے ہم چاروں کو ہتھکڑیاں پہنائیں اور تانگے میں بینک کے سامنے سے بڑے فخریہ انداز میں گزرتے ہوئے ہمیں کچہری میں مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا۔ یہ صورتحال ہمارے بینک کے دوسرے عملہ اور انتظامیہ کے لیے بھی تکلیف دہ اور شرمندگی کا باعث تھی، مگر اب وہ کیا کر سکتے تھے۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

ہماری ضمانت پر رہائی کی شرائط میں شامل تھا کہ ہر ماہ عدالت میں مجسٹریٹ کے سامنے حاضری دی جائے تا کہ اگر پولیس کو مزید ریمانڈ کی ضرورت ہو یا تفتیش مکمل ہونے پر فردِ جرم عاید ہونے کی صورت ہو تو ہم لوگ وہاں موجود ہوں۔ یہ صورتحال اور بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔ ہم آزاد ہوتے ہوئے بھی قید تھے۔ گو یہ اسیری جماعتی الزامات کی پاداش میں سہنے والے براہِ راست راہِ مولا کے اسیروں والی تو نہ تھی مگر بے گناہوں کی اسیری ضرور تھی۔ میرے ساتھ بعد میں ہونے والے واقعات نے ثابت کیا کہ ایک احمدی ہونے کے ناتے جو شدید معضبانہ اور متعصبانہ رویہ اختیار کیا گیا یہ اس کا پیش خیمہ تھا۔

ایک سال ہمیں اس بے قید اسیری میں گزارنا پڑا۔ بعض اوقات سیلاب کے دنوں میں جب ذرائع نقل و حمل متاثر ہوتے تو پیدل اور تانگوں پر کیچڑ میں لت پت عدالت میں حاضر ہونا پڑتا۔ اس عرصے میں میرے تینوں ساتھی تو اپنے اپنے رنگ میں سفارشیں اور وسائل استعمال کرتے رہے، مگر میرے پاس صرف ایک ہی وسیلہ تھا —— اپنے رب کے حضور التجا اور دعا۔ اور اس میں مَیں نے وہی طریق اختیار کیا کہ "خلیفۂ وقت کی دعاؤں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔"

مَیں نے یہ معمول بنا لیا کہ ہر روز سرگودھا کام پر جانے سے پہلے قصرِ خلافت رکتا اور ایک چھوٹا سا درخواستِ دعا کا عریضہ آقا کی ڈاک میں شامل کر دیتا۔ کبھی کبھار پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے خط کا جواب بھی آ جاتا۔ یہ سلسلہ پورے ایک سال تک جاری رہا۔ 18 مئی 1977 کو —— بعینہٖ اسی دن جب ایک سال پہلے ہم ہتھکڑیوں سمیت پہلی بار عدالت میں ضمانت کے لیے حاضر ہوئے تھے، مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوئے تو وہ پولیس پر برس پڑا کہ "یہ تم نے کیا مذاق بنا رکھا ہے۔ بے گناہوں کو پکڑ رکھا ہے۔ ان کے خلاف کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو ورنہ مَیں اسی وقت یہ مقدمہ خارج کرتا ہوں اور انہیں باعزت بری کرتا ہوں۔" ان کے پاس ثبوت کہاں سے آتا۔ خدا تعالیٰ کو ہماری بریت کا سامان پیدا فرمانا تھا۔

یہ ربّ العزت کا معجزانہ تصرف تھا جس نے میرے حضورؒ کی عاجزانہ دعاؤں کی قبولیت کا کرشمہ دکھایا اور یہ سبق بھی دیا کہ نظامِ قدرت میں کوئی دن فی ذاتہٖ اچھا یا برا نہیں۔ ایک ہی دن میں کسی کو خوشیاں مل رہی ہوتی ہیں تو کسی کو غم۔ وہی دن اسیری کا بھی ہو سکتا ہے اور رہائی کا بھی۔

مَیں نے ربوہ پہنچتے ہی سب سے پہلے صدقہ اور نوافل کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں اس خوشخبری کی اطلاع دی۔ کچھ روز بعد پہلی بار مجھے حضورؒ کے اپنے دستخطوں سے لکھا ہوا جواب موصول ہوا۔ جس میں آپؒ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے مبارکباد دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کیس کا اصل مجرم بعد ازاں اسی نوعیت کے ایک دوسرے فراڈ میں ملوث ہوا اور فرار ہو گیا۔ وہ ایک بڑا منظم مجرموں کا گروہ (gang) تھا جس نے اثر و رسوخ استعمال کر کے ایک کیشیئر کو ہمارے بینک میں چند دن پہلے ملازمت دلوائی۔ اور ایک شخص کے نام اکاؤنٹ کھلوا کر چالیس ہزار روپے ڈپازٹ کی فرضی سلپ بنائی، اس پر خزانچی کی کیش رسید کی مہر ثبت کی اور کسی افسر کے جعلی دستخط کر کے اسے دوسرے ڈپازٹ ووچرز کے درمیان رکھ دیا۔ جب اس کا اندراج متعلقہ کھاتے میں ہو گیا اور تیس ہزار کا چیک بھی پاس ہو گیا تو وہ جعلی ووچر غائب کر دیا گیا کہ کہیں شناخت نہ ہو جائے کہ یہ کس کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے۔ بینک کی انتظامیہ نے اس کو گرفتار کرانے اور پرانے کیس کی تفتیش کے لیے کوئی تگ و دو نہ کی؛ کیونکہ ہر کوئی اپنی گلو خلاصی چاہتا تھا۔ کسی نئی مصیبت میں الجھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

کئی سالوں بعد ہمارے سنٹرل آفس کی باسی کڑھی میں پھر ابال آیا کہ ہمارے کیس کو دوبارہ کھولا جائے اور انہی چاروں افراد کو جو اب بھی بینک کے ملازم تھے پھر سے پولیس تفتیش میں دے دیا جائے۔ اب کی دفعہ میں نے انہیں کھل کر چیلنج کر دیا کہ: "تم ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ میرے حضور نے مجھے دعاؤں اور بشارتوں سے نوازا ہے اور مبارکباد دی ہے۔ اب جو چاہے کر لو اس کیس

کو دوبارہ کھول کر ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچاسکتے۔" چنانچہ یہی ہوا ان بہیمانہ عزائم کو بھی منہ کی کھانی پڑی؛ تاہم میری مخالفت، تنزلی اور تذلیل کا ہر حربہ کھلم کھلا استعمال کیاجانے لگا۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ جتنا جتنامجھے دکھ دیاجاتامیر امولا قدیر اتناہی اپنے فضلوں اور انعاموں سے نواز تارہا۔

عدو جب بڑھ گیاشوروفغاں میں　　　　نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں

1974 کی بدنام زمانہ آئینی ترمیم کے بعد احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر کلیدی اسامیوں سے ہٹانے کی جو مہم چلی، اگلے چودہ سال مَیں بھی بری طرح اس کی لپیٹ میں آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں کے ایسے ایسے معجزانہ سامان اور اعدا ٔ کی ہزیمت کے ایسے نشان دکھائے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس کا مختصر ساذکر گوجرہ کے ایک احمدی بزرگ مکرم سیّد احسن اسمٰعیل صدیقی مرحوم کی یاد میں لکھے گئے میرے ایک مضمون "جدائی کا لمحہ لمحہ "میں ہوتاہے۔ تفصیل بہ توفیق باللہ پھر کبھی سہی۔ یہاں صرف اتناعرض کرنامقصود ہے کہ خلافت سے وابستگی اور امام وقت کی دعاؤں کی قبولیت کے عظیم الشان نشانات سے اللہ تعالیٰ نے اپنے عاجز بندوں کو کس طرح بار ہانوازا۔

مختصراًیہ کہ مجھے بینک کی جانب سے ملنے والی پاور آف اٹارنی روک لی گئی۔ جب دوبارہ کیس بھیجا گیا تو سنٹرل آفس سے لیٹر آیا، جسے مَیں نے خود اپنی آنکھوں سے پڑھا کہ یہ شخص تو غیر مسلم اقلیت ہے، اس کو کیوں اس کلیدی سہولت کا اہل سمجھا جائے۔

1977 میں بھٹو حکومت نے بینکوں کو قومیالیااور ہمارے آسٹر یلیشیابینک کو بعض چھوٹے بنکوں کے ساتھ ضم کرکے الائیڈ بینک آف پاکستان بنادیا گیا۔ ہم جو براہِ راست گریڈ دوم (II) (حکومت کے سترھویں گریڈ) کے افسر کے طور پر بھرتی ہوئے تھے، کو گریڈ سوم (III) (سولھویں گریڈ) میں تنزلی کا حکم صادر ہو گیا۔——چہ کند بے نواہمیں دارد——میری ملازمت کے باقی تمام سال اسی گریڈ تھری میں گزر گئے۔ مجھ سے بعد میں آنے والے کلرک بڑھتے بڑھتے گریڈ اول بلکہ اسسٹنٹ وائس پریذیڈنٹ بن گئے مگر مَیں وہیں کا وہیں رہا۔

چنیوٹ، سرگودھا اور جھنگ جیسے مخالفتوں کے گڑھ علاقوں میں مجھے بھجوایا جاتا؛ حتیٰ کہ 1985 میں ناپسندیدہ شخصیت (persona non grata) قرار دے کر زون بدر کر دیا گیا۔ اور گوجرہ جیسے بے یار و مدد گار علاقے میں پھینک دیا گیا۔ مَیں نے بھی تہیہ کر لیا کہ ایک سچے احمدی کی طرح اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حتی المقدور پوری کوشش کروں گا کہ مخالفتوں کے باوجود آگے بڑھوں اور ترقی کروں؛ کیونکہ ایک احمدی کی فطرت میں مایوسی اور ناکامی کا خمیر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اڑھائی سالہ قیام میں غیر معمولی فضلوں سے نوازا، جماعت کی خدمت کی بھی توفیق پائی اور اپنے کام پر محنت اور لگن سے ثابت کیا کہ احمدی "تندیِ بادِ مخالف" سے گھبرانے والے "عقاب" نہیں ہیں——مگر گریڈ پروموشن پھر بھی نہ ہوئی؛ حالانکہ میری کارکردگی سے انتظامیہ اتنی "متاثر" یا "متعصب" تھی کہ جنوری 1988 کو مجھے واپس سرگودھازون میں بطور لالیاں برانچ مینجر بناکر بھجوادیا گیا۔ یہ کسی انعام کے طور پر نہیں، سزایاامتحان کے طور پر تھا؛ کیونکہ بینک کی یہ برانچ اپنی بدترین حالت کو پہنچ چکی تھی۔ کوئی مینجر اپنے واسطے اس کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ میرے لیے حکم حاکم مرگِ مفاجات والی حالت تھی۔ چاروناچار اللہ تعالیٰ کے توکل پر بیڑا اٹھالیا۔ ربِّ کریم نے ایسا غیر معمولی فضل فرمایا اور میری عاجزانہ کوششوں کو اس طرح قبول فرمایا کہ چھ ماہ کے اندر اندر یہ بینک زون کی ہر لحاظ سے بہترین برانچوں میں شمار ہونے لگا——مگر اس بار بھی جب گریڈ پروموشن کا وقت آیا، میرانام پھر کہیں نہیں تھا۔ مَیں نے اپنے زونل آفیسر سے پوچھا: "اب کون سی کسر رہ گئی ہے؟"

فرمانے لگے: "او، بھئی! بات یہ ہے کہ 31 دسمبر کو تم ہمارے زون میں نہیں تھے اس لیے ہم نے تمہارانام نہیں بھیجا۔ اور جھنگ زون والوں نے بھی جہاں تم اس تاریخ کو کام کر رہے تھے، تمہارے نام کی سفارش نہیں کی؛ کیونکہ اب تم ان کے ملازم نہیں ہو۔ اس لیے یہ سال تو اب گزر گیا۔"

مَیں اناللہ اور جزاک اللہ کہہ کر خاموش ہوگیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا کہ حضور میرے ساتھ چودہ سال سے یہ سلوک ہو رہا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا: "تمہاراملک سے نکل جاناہی بہتر ہے۔"

حضرت صاحب کا ارشاد ملتے ہی مَیں نے ویزا اپلائی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے فرمان کی لاج رکھی اور اسی پاسپورٹ پر جس پر پہلے ویزا مسترد ہو چکا تھا، امریکہ کا ویزادلوادیا۔ اور ستمبر 1988 میں یہاں رہائش پذیر ہونے کے سامان پیدا فرمادیئے۔

یہ سب بار گاہِ باری تعالیٰ کی تائید و نصرت اور قبولیت کے نشانات ہیں جو وہ خلافت سے وابستگی اور خلیفۂ وقت کی توجہ اور دعاؤں کے ثمرات کے طور پر عطا فرماتاہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ چند لمحے

سید ساجد احمد (فارگو، نارتھ ڈکوٹا)

بچپن میں میرے والد سید سجاد حیدر مجھے سالانہ جلسہ پر ربوہ لے جاتے تو مرزا ناصر احمد صاحب کی علمی موضوع پر تقاریر میرے لیے خاص دلچسپی کا باعث ہوتیں۔ کم عمری اور کم علمی کے باعث مضمون سمجھنے کے لیے توجہ سے سننے کی ضرورت ہوتی۔ میرا آپ سے تعارف آپ کی جلسہ سالانہ کی تقاریر سے ہؤا۔ یہ حضرت مصلح موعودؓ کا زمانہ تھا۔

۱۹۶۵ء میں میں نے میٹرک کر لیا تو ابا جان مجھے تعلیم الاسلام کالج میں داخلے کے لیے ربوہ لے گئے۔ ان دنوں میں میاں ناصر احمد صاحب کالج کے پرنسپل تھے۔ ہم حافظ آباد سے چلے تو ربوہ پچھلے پہر پہنچے۔ سڑک سے کالج کے احاطے میں داخل ہوئے تو کالج کے ایک افسر نظر آئے لیکن وہ جلدی میں تھے اور سنی ان سنی کر گئے۔ ابا جان کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اسی مخمصے میں کالج کی طرف سے خوش قسمتی سے میاں صاحب آتے دکھائی دیئے۔ سلام دعا کے بعد ابا جان نے آپ کو میرے بارے میں بتایا۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ صبح کالج میں داخلے کے لئے آجائیں۔ ابا جان کی جان میں جان آگئی کہ ان کا بیٹا ربوہ میں پڑھ سکے گا۔ اگلے روز دفتر گئے اور داخلہ لے لیا۔ کالج میں صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے آکسن (آکسفرڈ کے تعلیم یافتہ) کا بطور پرنسپل بہت رعب تھا اور کالج میں اعلیٰ درجے کا نظم وضبط تھا۔ کلاسوں کے وقت کوئی طالب علم کلاس سے باہر نظر نہ آتا تھا۔ میں دارالرحمت شرقی میں رہتا تھا، بعد میں فضل عمر ہوسٹل چلا گیا۔ میں مغرب کی نماز کے لئے مسجد مبارک جاتا تھا۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس نماز پڑھاتے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ العصر پڑھتے اور دوسری میں سورۃ النصر۔ انہی نمازوں سے میں نے ان سورتوں کی تلاوت سیکھی۔

میاں ناصر صاحب قوی تھے۔ مسجد مبارک میں میں دیکھتا تھا کہ نماز میں جب قیام کے لئے اٹھتے تو انہیں زمین اور ہاتھ کے سہارے کی ضرورت نہ ہوتی تھی بلکہ قیام کے لئے اپنے پیروں پر ہی سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک بار انسان کے قوی وامین (النمل ۴۰ قصص ۲۷) ہونے کی ضرورت پر خطبہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔

میرے دادا سید محمد یوسف صدر انجمن کے دفتر جائداد میں مختارِ عام جائداد تھے۔ دعا گو اور تہجد گذار تھے۔ فرمایا کرتے تھے: میرے بعد میاں ناصر کا خیال رکھنا۔ ۱۹۶۵ میں وفات پا گئے۔ جلدی بعد میں حضرت مصلح موعودؓ بھی اسی سال اللہ کو پیارے ہو گئے۔ میاں ناصر احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا ناصر احمد، خلیفۃ المسیح الثالث کے بلند رتبہ پر فائز فرما دیا اور دادا جان کی بات کی سمجھ آئی۔ انہیں پہلے سے علم تھا کہ میاں ناصر صاحب خلیفہ ہوں گے مگر وہ ان کی خلافت کا زمانہ نہ دیکھ سکیں گے۔

مجھے مذہب کی سوجھ بوجھ حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری کے ایام سے ہونا شروع ہوئی۔ یہ زمانہ فکر و دعا کا تھا اور سنجیدگی کے حالات تھے۔ آپ کی خلافت نے یکدم حالات بدل دیئے۔ آپ نے ایک خطبے میں حضرت رسولِ پاک ﷺ کے ہر حال میں راضی بر قضا اور مسکراتے بشاش چہرے کا ذکر فرمایا اور نصیحت فرمائی کی انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش رہنا چاہئے اور چہرے پر مسکراہٹیں آباد رکھنی چاہئیں اور خندہ پیشانی سے ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا چاہیئے۔

۱۹۶۷ء۔ ۱۹۶۹ء کے سالوں کے کسی حصہ میں کالج کے خدام نے مجھے زعیم چن لیا۔ میں نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ طلبا دُور دُور سے خلافت کے قرب کی تمنّا میں بھیجے جاتے ہیں، خطبہ تو سن لیتے ہیں لیکن کلاسوں کی وجہ سے ملاقات میں کمی رہتی ہے کیونکہ حضور سے ملاقات کے دن طلبا کی تعلیم کے اوقات سے متصادم ہیں۔ قربان جاؤں آپ کے کہ باوجود اپنی بے انتہا مصروفیات کے آپ ہوسٹل تشریف لائے اور طلبا کے ساتھ ٹینس کھیلا اور مجھے ملنے کے لئے بلایا۔ میں اپنے ساتھ نائب زعیم اور معتمد کو بھی لے گیا اور ہم تینوں حضور سے آپ کی رہائش پر ملنے گئے۔ ساتھ کے کمرے میں کوئی عزیز بیمار تھیں۔ باتوں کے دوران چند لمحوں کے لئے انہیں بھی دیکھ آتے۔ گھر میں بیماری کی وجہ سے ملاقات کے وقت کو اِدھر اُدھر نہیں فرمایا۔

آپ نے ہمیں تین حکمت کی باتیں بڑی تفصیل سے سمجھائیں اور فرمایا کہ ہمیشہ کے لئے انہیں اپنی اور اپنے حلقہ عمل میں آنے والی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ ان میں سے دو ابھی تک یاد ہیں۔

ان میں سے ایک بات حضرت مسیحِ پاک کی کتب پڑھنے کے بارے میں

نصیحت تھی۔ مسیح محمدی نے ان مسائل کو حل فرمایا جن مسائل نے امتِ محمدیہ کو صدیوں پریشان کئے رکھا۔ آپ کی تحریریں فصیح اور بلیغ ہیں۔ کوئی لفظ کم یا زیادہ یا بے محل نہیں۔ آپ نے بڑے بڑے علوم کے دریا چند لفظوں میں بہا دیے ہیں۔ آپ نے کتاب چشمۂ معرفت اٹھائی اور ایک فقرہ پڑھ کے سنایا جو مستشرقین کے سینکڑوں اعتراضوں کو یک قلم رد کرتا تھا کہ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام اور ذمہ داریاں نبوت اور حاکمِ مدینہ میں منقسم اور معین تھیں۔

آپ نے فرمایا کہ مسیح وقت کے پیغام کو کماحقّہ سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم آپ کی تحریروں کو بغور پڑھیں، سمجھیں اور دلنشیں کریں۔ آپ کے تجربے کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انہیں روز ایک تسلسل میں کم از کم بیس منٹ پڑھا جائے۔ اس لئے ہم جہاں کہیں بھی رہیں اور جہاں کہیں بھی جائیں اور جن سے بھی ملیں، انہیں ہر روز کم از کم بیس منٹ مسیح پاک کی کتب پڑھنے کی تحریک کریں۔

ایک اور اہم بات جو آپ نے ہمیں اس دن سمجھائی وہ یہ تھی کہ جماعت کے تحفّظ، کامیابی اور مسلسل ترقی کے لئے یہ امر از حد ضروری ہے کہ ہر احمدی کسی بھی مجلس میں کی گئی باتوں میں اس پر جماعت کی طرف سے کئے گئے اعتبار کا محافظ ہے چاہے وہ اعتبار اس پر رکن کے طور پر کیا گیا ہو یا عہدیدار کے طور پر۔

کئی بار حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ مغرب کے بعد احباب کے درمیان رونق افروز رہتے اور مجلس عرفان ہوتی۔ آپ نے مجلسِ صحت کا قیام فرمایا تھا اور صبح سیر کی بات ہو رہی تھی۔ ایک معمر دوست اپنے بڑھاپے کا ذکر کرنے لگے تو فرمایا کہ انسان اتنا ہی معمر ہوتا ہے جتنا کہ وہ سوچے اور جتنا معمر وہ اپنے آپ کو سمجھے۔

اسلام آباد یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران میں ربوہ کے علاوہ راولپنڈی، اسلام آباد، مری اور ایبٹ آباد میں بھی حضور کو دیکھنے اور آپ کی باتیں سننے کا موقع ملتا رہا۔ ایک دفعہ حضور راولپنڈی کی مسجد میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ گرمی کے دن تھے۔ پنکھے کا رخ سیدھا حضور کی طرف تھا۔ آپ نے پنکھے کا رخ بدلنے کا ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ جسم کے ایک حصے کے دوسرے حصے سے زیادہ ٹھنڈا ہو جانے سے فالج کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

سال ۱۹۷۴ میں افریقہ آنے سے پہلے ملاقات میں خدا سے بے وفائی نہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ یہ چھوٹی سی نصیحت انتہائی پر مغز ہے اور اپنے اندر بہت معانی رکھتی ہے۔

سال ۱۹۷۶ء میں حضور امریکہ تشریف لائے۔ یہ دنیا کی تاریخ میں پہلا موقع تھا کہ ایک خلیفہ نے برِّعظیم امریکہ کی وسیع و عریض زمین پر اپنے بابرکت قدم رکھے۔ حضور کی اجازت سے میں بھی افریقہ سے اپنی شادی کے لئے آیا۔ میں بروکلن کے مشن میں مبلغ مسعود جہلمی صاحب کے ساتھ ٹھہرا۔ حضور والڈورف ایسٹوریا میں ٹھہرائے گئے۔ اتفاق سے اسی مہینے ریڈرز ڈائجسٹ میں اس ہوٹل کے بارے میں لمبا معلوماتی مضمون چھپا جس میں ہوٹل کی تاریخ، اس میں کون کون سے معروف لوگ ٹھہرے، ان کے دلچسپ واقعات اور ہوٹل کے معمول کے بارے میں تفاصیل درج تھیں۔ میں نے اسے جہلمی صاحب کو دیا کہ حضور کی خدمت میں پیش کریں۔ جہلمی صاحب نے مجھے بتایا کہ حضور نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور اس مضمون کو پڑھ کر بہت محظوظ ہوئے۔

جلسہ سالانہ ۱۹۷۶ء ڈرو یونیورسٹی میڈسن نیو جرسی میں منعقد ہوا۔ یہ امریکہ کا پہلا تاریخی سالانہ جلسہ تھا جس میں خلیفۂ وقت نے شرکت فرمائی۔ سالانہ جلسے پر محترمہ سیدہ بشریٰ سلطانہ بنت محترم سید شریف احمد صاحب سے میرا نکاح ہوا۔ مقامی انتظامیہ کے مطابق امریکہ میں حضور نکاح نہ پڑھا سکتے تھے۔ حضور سٹیج پر درمیان میں تشریف رکھتے تھے۔ حضور کے دائیں طرف سٹیج پر کھڑے ہو کر ہمارے نہایت ہی عزیز دوست برادر محمد صادق صاحب نے ہمارے نکاح کا اعلان کیا۔ جماعت کے دیگر عمائد سٹیج پر حضور کے دائیں بائیں تشریف فرما تھے۔ اعلانِ نکاح کے آخر میں اس سال کے سب موجود حاضرینِ جلسہ سالانہ حضور کے ساتھ دعا میں شامل ہوئے۔ برادر صادق اور ہمارے نہایت ہی عزیز دوست برادر عابد حنیف صاحب نے میرے نکاح فارم پر بطور گواہ دستخط فرمائے۔

سال ۱۹۸۰ میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سان فرانسسکو تشریف لائے تو ایئر پورٹ پر استقبال کرنے والوں میں مجھے بھی شامل کیا گیا۔ حضور کے کپڑے دھونے کے لئے مجھے دیئے گئے۔ میری اہلیہ سیدہ بشریٰ سلطانہ نے کپڑے دھوئے۔ پگڑی پر کلف لگانے کا موقع آیا تو معلوم ہوا کہ بازار سے کلف کا سپرے (starch spray) مل جاتا ہے۔ اس سے کام بہت آسان ہو گیا۔

حضور سان فرانسسکو کے جنوب میں ایمفیک (Amfac) ہوٹل میں ٹھہرے۔ حفاظتی عملے نے رات کو حضور کے دروازے کے باہر حفاظتی ڈیوٹی کا ارشاد کیا۔ مختلف خدام کی چار چار گھنٹے کے لئے ڈیوٹی لگائی۔ شاید سب سارے

دن کے کاموں کی وجہ سے بہت تھکے ہوئے تھے، رات کوئی بھی نہ آیا اور ساری رات مجھے حضور کے دروازے کے باہر کھڑا ہو کر حفاظتی پہرہ دینے کی توفیق عطا ہوئی۔ فالحمدللہ۔

نماز کا وقت آیا تو ہال میں چادروں سے صفیں بنائی گئیں مگر حضور کے لئے کوئی جانماز نہ تھی۔ میں اپنی کار میں سفر میں نماز کی ادائیگی کے لئے جانماز رکھتا تھا۔ میں بھاگتا باہر گیا اور اپنی جانماز لے آیا اور حضور نے اس جانماز پر امامت کرائی۔ یہ جانماز چھوٹی میرے میانہ پیمانے کی تھی اور آپ کا قد بت ماشاء اللہ بڑا تھا۔ آپ اس پر مشکل سے سمائے ہوں گے لیکن آپ نے شکایت نہیں فرمائی۔

آج کل تو سیل فون سے بھی آواز اور وڈیو ریکارڈ کی جاسکتی ہیں مگر ان دنوں تو بس ٹیپ ریکارڈر ہوتے تھے۔ حضورؒ نے والنٹ کریک میں خطبہ ارشاد فرمایا تو میں نے ریکارڈ کر لیا۔ خطبے کے بعد حضور بہت دیر تک اپنے افریقہ کے دورے کا ذکر فرماتے رہے؛ اس کا بھی کافی حصہ ریکارڈ ہو گیا۔ حضور خطبے میں پہلے اردو میں مضمون بیان فرماتے پھر اسی مضمون کو انگریزی میں دہراتے۔

جمعہ پر بہت لوگ آئے۔ ہمارے مبلغ کی رہائش گاہ بھر گئی۔ ہم نے اپنی بیٹی سیدہ عامرہ سلطانہ کا عقیقہ کیا جو سب مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا اور ہمارے برتنوں میں حضور نے کھانا تناول فرمایا۔

انگریزی زبان ایسی ہے کہ اس کے بہت سارے لفظ اسی طرح نہیں بولے جاتے جس طرح وہ انگریزی میں لکھے جاتے ہیں۔ سیکھے سکھائے بغیر انگریزی نہ بولنے والا انہیں صحیح طرح ادا نہیں کر سکتا۔ یہی صورتِ حال کیلیفورنیا کے بہت مشہور پارک کی ہے جسے یوس مائٹ کی طرح لکھا جاتا ہے مگر یاسے می ٹی بولا جاتا ہے۔ حضور کے عملے نے حضور کو یوس مائٹ پارک دکھانے کی خواہش کا اظہار کیا جس کی مقامی لوگوں کو سمجھ نہ آئی کہ کون سا پارک ہے۔ حضور کے واپس تشریف لے جانے کے بعد سمجھ آئی کہ وہ یاسے می ٹی (Yosemite) پارک کا نام لے رہے تھے۔ مگر قافلہ ریڈ ووڈ (Redwood) پارک دیکھنے گیا اور حضورؒ خوب محظوظ ہوئے۔

سال ۱۹۸۲ میں بیوی بچوں کے ساتھ پاکستان گیا تو جلسہ سالانہ پر حضور کی تقریر کے دوران قریب سے حضور کی تصویریں لینے کا موقع ملا اور وڈیو بھی بنائی۔ از راہِ شفقت حضور نے ملاقات کا موقع بخشا۔ ملاقات میں حضور نے ہماری بچی سیدہ عائشہ مریم کو اٹھایا، جو اس وقت صرف چند ہفتوں کی تھی، اور کندھے سے لگایا تو اس کے منہ سے دودھ اگل آیا۔ حضور ہنس دیئے اور فرمایا کہ یہ صحت مندی کی نشانی ہے۔ اندر جا کر جلدی سے اچکن بدل کر واپس تشریف لے آئے اور نہایت خوشگواری سے ملاقات جاری رکھی۔

یہ ہماری اور اس دنیا کی خوش قسمتی ہے کہ اس نے اس دنیا میں ایسے پیارے لوگ پیدا فرمائے جو اپنے نیک نمونوں اور نیک باتوں سے اس دنیا کو روشن کرتے ہیں۔

واشنگٹن میں ۱۲ اگست ۱۹۷۶ کا استقبالیہ اور اس کے بعد دعا Reception in Washington DC

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ چند یاد داشتیں

ڈاکٹر محمود احمد ناگی۔ کولمبس اوہائیو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک طویل علالت کے بعد ۷۔۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو جماعت احمدیہ عالمگیر کو غم زدہ کر کے اپنے خالقِ حقیقی کو جا ملے۔ ان کے چہرہ مبارک کے دیدار کے لئے قصرِ خلافت کے باہر لمبی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ میرے والد میاں محمد یحییٰ آف نیلا گنبد لاہور اور میں نے بھی ان کا پر نور چہرہ دیکھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے فرزندِ ارجمند حضرت مرزا ناصر احمد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ پانچ تکبیریں ادا کیں۔ خاکسار اس وقت قطعہ خاص کے پاس ڈیوٹی پر تھا اور ان کے تابوت کو ہاتھ لگانے کا موقع ملا۔

فروری ۱۹۶۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ دو روزہ قیام کے لئے لاہور تشریف لائے اور کوٹھی پام ویو (نزد ڈیوس روڈ) پر قیام فرمایا۔ میں ایم ایس سی کا طالبعلم تھا اور خدّام الاحمدیہ کے تحت سیکیورٹی ڈیوٹی پر تھا۔ رات دیر گئے حضورؒ کوٹھی سے باہر تشریف لاتے اور خدّام کے ساتھ گھل مل جاتے اور ان سے پیار بھری باتیں کرتے۔ یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی۔ آخری دن آپ نے احباب جماعت لاہور سے مصافحہ کیا اور خاکسار کو بھی اپنے ہاتھ اس عظیم ہستی کے ہاتھوں میں دینے کا موقع ملا۔

حضورؒ نے ۱۹ اپریل ۱۹۶۶ء کو تعلیم القرآن سکیم کا اعلان فرمایا۔ مجلس خدّام الاحمدیہ لاہور کے ان خدّام کو حضورؒ نے اپنے دستِ مبارک سے دستخط کر کے قرآنِ مجید کی تفسیرِ صغیر عنایت کی جنہوں نے اس کی نصف قیمت اپنی پاکٹ منی سے مرکز بھجوائی تھی۔ مجھے بھی حضورؒ سے دستخط شدہ نسخہ قرآنِ مجید ملا جو میری متاعِ عزیز ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ لاہور کی نئی مسجد دارالذکر کا افتتاح کرنے کے لئے ستمبر ۱۹۶۶ء میں تشریف لائے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے پاس اس سے پہلے صرف دہلی دروازہ کی مسجد ہوا کرتی تھی اور جمعہ کے لئے کئی احباب کو مسجد کے ساتھ ملحقہ گلی میں نماز ادا کرنی پڑتی تھی۔ حضورؒ نے ۳۰ ستمبر ۱۹۶۶ء کو دارالذکر میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ (حوالہ تاریخ احمدیت جلد ۲۳ صفحہ ۶۰۷) دعاؤں کے ساتھ مسجد کا افتتاح ہوا۔ حضورؒ نے فرمایا:

'جماعت کا خیال ہے کہ یہ مسجد کافی عرصہ تک ان کی ضروریات کو پورا کرے گی لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ مسجد مکمل ہونے سے پہلے ہی چھوٹی ہو جائے گی۔' احباب جماعت احمدیہ لاہور نے دیکھا کہ حضورؒ کی بات کس شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوئی اور چند سالوں میں جماعت کی ضروریات کے لئے یہ مسجد نمازیوں کے لئے کم پڑ گئی۔ عیدین کے موقع پر تو مسجد میں تل رکھنے کو جگہ نہ ہوتی تھی۔

یہ ۱۹۷۴ء کی بات ہے۔ جماعت احمدیہ پر کڑے امتحان کا وقت تھا۔ ملک میں مذہبی منافرت پھلانے والے ملّاؤں نے جماعت کے خلاف ہنگامے کروائے۔ پاکستان کی پارلیمنٹ نے جماعت کو غیر مسلم قرار دینے کی مذموم کوشش کی۔ خاکسار ان دنوں اٹامک انرجی کمشن میں سائنٹیفک آفیسر تھا۔ برطانیہ کے شہر برمنگھم سے پی ایچ ڈی کرنے کا وظیفہ ملا۔ روانگی کے دن قریب آئے تو معلوم ہوا کہ جماعت اسلامی کے ایک میڈیکل ڈاکٹر اور دفتر کے چند آفیسرز نے مل کر ایک سازش تیار کی ہے۔ انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کو ٹیلی گرام بھجوائی کہ دو قادیانی آفیسرز ظفر اللہ اور محمود احمد پی ایچ ڈی کے لئے ملک سے باہر بھجوائے جا رہے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔ ان دنوں بھٹو صاحب مولویوں کے ہتھے چڑھے ہوئے تھے۔ اس نے فوری طور پر ہمارے روکنے کے احکامات جاری کر دیے۔ ہمارے نام ای سی ایل (Exit Control List) پر ڈال دیے اور ملک کے تمام ہوائی اڈوں پر ہمیں روکنے کے لیے حکومت نے اپنے اہل کار مقرّر کر دیئے۔ میری بیرون ملک کی فلائٹ کراچی سے تھی۔ راولپنڈی کے چکلالہ ایئرپورٹ پر پہنچا اور سامان چیک ان کروایا۔ اسی اثناء میں ایک شخص میرے پاس آیا اور پوچھا کہ میں محمود احمد ہوں میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا کہ میرے پاس حکومت کی طرف سے آرڈرز ہیں کہ تم باہر نہیں جا سکتے۔ میں نے اسے حکم نامہ دکھانے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ اس کے پاس لکھا ہوا تو کچھ نہیں لیکن یہ حکم ہے کہ مجھے کسی صورت ملک سے باہر جانے نہ دیا جائے۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں ہر قیمت روکوں گا خواہ لڑائی کرنی پڑے۔ صرف ایک صورت میں جا سکتے ہو۔ تم قادیانی یا احمدی ہونے سے انکار کا اعلان کر

دو۔ میں نے اسے نہایت اطمینان سے کہا' میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں اور ہمیشہ احمدی ہی رہوں گا۔ میرا سامان جہاز سے اتروادیں اور میری گاڑی میں رکھوادیں'۔ شاید وہ سی آئی ڈی کا آدمی تھا اور اس کے کہنے پر جہاز سے سامان اتروا دیا گیا۔ میرا پاسپورٹ اور ٹکٹ قبضہ میں لے لیا گیا۔ میں نے ملازمت چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور باپ کے ساتھ بزنس کا سوچنا شروع کر دیا۔

اسی دوران محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نوبل لاریٹ اپنے کسی کام سے ہمارے انسٹی ٹیوٹ تشریف لائے۔ میں نے ان کو اپنی کہانی سنائی۔ وہ بہت غمگین ہوئے۔ کہنے لگے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ میری آج میٹنگ ہے تم اپنے مختصر کوائف ابھی مجھے لکھ کر دو میں تمہاری بات کروں گا۔ تین ماہ گذر گئے اور برمنگھم یونیورسٹی نے بھانپ لیا کہ پاکستان والے اس وظیفہ کو ضائع کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر سلام صاحب دوبارہ پاکستان تشریف لائے اور ایک مرتبہ پھر ان سے ملنے چلا گیا۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے 'تم ابھی تک نہیں گئے'۔ میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ انہوں نے ناراضگی میں کہا: 'جس دن تم سے کوائف لیے تھے اسی دن میں تمہارے وزیرِ اعظم بھٹو سے ملا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا جارہا ہے۔ بھٹو نے کہا کہ کوئی مثال دیں۔ میں نے تمہارا لکھا ہوا نوٹ ان کے سامنے رکھ دیا اور بتایا کہ اس بچے کو آپ کے لوگوں نے جہاز سے اتار لیا ہے صرف اس لیے کہ وہ ایک احمدی ہے اور پی ایچ ڈی کرنے برطانیہ جا رہا ہے۔ اس کو ایئرپورٹ سے واپس بلا لیا گیا ہے۔ بھٹو صاحب نے کہا:

"Professor Sahib don't worry. The boy shall go tomorrow"

پھر کہا کہ میں تو سمجھا تھا کہ ملک کے وزیرِ اعظم ایک معقول انسان ہیں اور سچ بولتے ہوں گے۔ وہ تو حد درجے کے جھوٹے انسان ہیں۔ تم اٹامک انرجی کمشن چھوڑ کر میرے پاس اٹلی آجاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا تمہاری پی ایچ ڈی بھی ہو جائے گی اور ملازمت بھی مل جائے گی۔

میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملنے ربوہ گیا۔ آپؒ نے ازراہِ شفقت اس ناچیز کو شرفِ ملاقات بخشا اور اپنے قدموں میں بٹھایا۔ اس ملاقات نے میری زندگی بدل دی۔ میرے سوچنے کا انداز بدل گیا۔ اس خدائی وجود نے فرمایا: 'نیلا گنبد لاہور کا کیا حال ہے' خاکسار نے عرض کی حضور ٹھیک ہے'۔ آپ نے فرمایا ٹھیک تو نہیں۔ مجھے کسی احمدی نے خط لکھا ہے کہ نیلا گنبد کے پاس انار کلی کی طرف جو مسجد ہے اس میں ہزاروں کی تعداد میں احمدی نماز پڑھ کر باہر آرہے ہیں۔ اس لیے تم فکر نہ کرو حالات تبدیل ہونے والے ہیں۔ تم نے اٹامک انرجی کمشن نہیں چھوڑنا۔ ان شاء اللہ خدا تعالیٰ تمہاری پی ایچ ڈی کا سامان بنادے گا'

۱۹۷۸ء میں ایک سال کے لیے سویڈن جاکر سائنس کا کام کرنے کا موقع ملا اور میرے خوابوں کو جیسے تعبیر ملنے لگی۔ پھر میں نے اپنا تمام کام یکجا کر کے پی ایچ ڈی مکمل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خدا تعالیٰ سے تعلق اور دور بین نگاہوں نے اپنا کام کر دکھایا جو کہا خدا تعالیٰ نے اسے سچ کر دکھایا۔ خاکسار کے روزگار اور اعلیٰ تعلیم دونوں کا انتظام ہو گیا۔ اس طرح مامور من اللہ کی دعاؤں کو خدا تعالیٰ قبولیت بخشتا ہے۔ میرے والد میاں محمد یحییٰ صاحب مرحوم و مغفور نے کہا کہ خدا تعالیٰ بڑا دیالو ہے۔ تم نے اپنے ایمان کی حفاظت کی اور خدا نے تیرے سب کام خود سنبھال لئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

۱۹۷۷ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ہماری جماعت کی ملاقات کی باری آئی تو میں اپنے بیٹے مبشر محمود عمر ۳ سال (وہ ان دنوں کولمبس اوہائیو میں کارڈیالوجسٹ ہے) کو کاندھوں پر اُٹھائے قطار میں کھڑا تھا۔ جب حضورؒ سے ملاقات ہوئی تو حضورؒ مبشر کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ مبشر حضورؒ کے پاس کھڑا ان نوٹوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو حضورؒ کے عقیدت مند نذرانے کے طور پر دے جاتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضورؒ نذرانے کی طرف دیکھتے بھی نہیں اور پکڑ کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ حضورؒ نے مبشر کو پیار کیا اور کہنے لگے 'جو رقم اُٹھا سکتے ہو لے لو۔ مبشر نے نفی میں سر ہلا دیا۔ حضورؒ نے دوبارہ کہا جس پر مبشر نے چند نوٹ اُٹھا لئے۔ حضرت صاحبؒ نے پھر کہا اور لے لو۔ اس کے ہاتھوں میں مزید پکڑنے کی گنجائش نہ تھی۔ مبشر بہت خوش تھا کہ حضرت صاحبؒ سے اسے پیسے ملے ہیں جو اس نے بہت دیر تک سنبھال کر رکھے۔

حضورؒ ۱۹۸۲ء میں اسلام آباد تشریف لائے اور بیت الفضل میں ایک دو ماہ قیام فرمایا۔ بیت الفضل ایف ۸ اسلام آباد میں واقع ہے اور میری خوش نصیبی کہ میری رہائش بھی اس کے قریب ہی تھی۔ اس قیام کے دوران حضور کی اقتداء میں بہت ساری نمازیں پڑھنے کا موقع ملا خاص طور پر فجر کی نمازیں۔ مغرب عشاء کی نمازوں کے بعد حضورؒ مجلس عرفان کے لئے احباب کے درمیان ہوتے۔ ہم ان کے پاس بیٹھ کر علم و حکمت کے موتی چنتے اور آپ کی باتوں کو دل میں جگہ دیتے۔ آئے ہوئے غیر احمدیوں کے سوالات کا جواب بھی دیتے۔ میں اپنے دفتر

صبح بیت الفضل سے چلا جاتا اور وہیں واپس آجاتا۔ گھر سونے کے لئے رات گئے بارہ ایک بجے جانا ہوتا۔ بیت الفضل کے سامنے غیر احمدیوں نے غیر قانونی مسجد بنائی ہوئی تھی اور سارا دن لاؤڈ سپیکر پر مغلظات بکتے اور حضور کا سکون برباد کرتے۔ میں وہاں حضورؒ کی سیکیورٹی ڈیوٹی بھی دیتا۔ حضورؒ بعض دفعہ کوٹھی سے باہر تشریف لے آتے اور ڈیوٹی پر حاضر خدام سے باتیں کرتے۔ اس طرح حضورؒ سے درجنوں ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ دن میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔

بیت الفضل کے قیام کے دوران جماعت احمدیہ اسلام آباد کے امیر مکرم شیخ عبدالوہاب تھے۔ انہوں نے حضرت صاحبؒ سے درخواست کی کہ مجلس عاملہ اسلام آباد کو نصائح فرمائیں۔ آپ نے از راہِ شفقت اسے منظور فرمایا۔ میں ان دنوں جماعت اسلام آباد کا امین تھا۔ امیر صاحب نے سب کا تعارف کرایا۔ حضورؒ نے باری باری سب سے کچھ نہ کچھ پوچھا۔ حضورؒ کا ایک ارشاد قابلِ ذکر ہے جو لکھ دیتا ہوں: امیر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ممبرانِ عاملہ سے ہر معاملہ پر مشورہ ضرور لیں۔ لیکن فیصلہ وہ کریں جو آپ سمجھتے ہوں کہ اس میں جماعت کا مفاد ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیت الفضل میں بیمار تھے لیکن نماز کے لئے آجاتے تھے۔ یہ مقدس وجود ۸۔۹ جون ۱۹۸۲ء کو مولائے حقیقی سے جاملا۔ جب ان کی وفات کی اطلاع ملی تو میں دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ اس وجود کے ساتھ میری بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ ربوہ ان سے آخری ملاقات کے لئے گیا۔ ان کا دیدار کیا۔ آنسو تھمتے نہ تھے۔ ایک قیمتی وجود چلا گیا اور خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا طاہر احمد جیسا زیادہ پیار کرنے والا وجود عطا کر دیا۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اگلے دن جمعہ کا خطبہ دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا مشن پورا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ قدرتِ ثانیہ کو قائم رکھے گا۔

مسجد فضل واشنگٹن میں

نیویارک میں افسروں سے ملاقات ۶ اگست ۱۹۷۶ A meeting in NewYork

مسجد فضل میں انٹرویو ۲۸ جولائی ۱۹۷۶ An interview in Fazl Mosque